اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بانی
قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا
سیّد حامد میاں قدس سرہٗ

بفیضانِ نظر
محمود الملة والدین شیخ الحدیث حضرت مولانا
سیّد محمود میاں قدس سرہٗ

جولائی
2026ء

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۳۴	محرم الحرام ۱۴۴۸ھ / جولائی ۲۰۲۶ء	شمارہ : ۷

بیاد : قطب الاقطاب عالم ربانی محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاںؒ

فیضانِ نظر : محمود الملّة و الدّین شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ

مولانا نعیم الدین صاحب (مدیرِ اعلیٰ)	مولانا عکاشہ میاں صاحب (مدیرِ مسئول)
مولانا محمد عابد صاحب (نائب مدیر)	ڈاکٹر محمد امجد صاحب (مدیرِ منتظم)

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 50 روپے...... سالانہ 600 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات..... سالانہ 90 ریال

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 20 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 30 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

jmj786_56@hotmail.com

Whatsapp: +92 333 4249302

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

موبائل : 0333 - 4249301

موبائل : 0333 - 4249302

موبائل : 0323 - 4250027

جازکیش نمبر : 0304 - 4587751

دارالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر

darulifta@jamiamadniajadeed.org

Whatsapp : +92 321 4790560

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		٤
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحبؒ	٧
خطبہ جمعہ .... نبی علیہ السلام کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ	٢٤
استخارہ ... متعلقات و مسائل	حضرت مولانا مفتی محمود زبیر صاحب قاسمی	٣٠
درسِ حدیث ... عین لڑائی میں جب کافر رشتہ دار سامنے آجائے	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ	٤٠
مشائخِ پنجاب کی حضرت شیخ الہندؒ سے وابستگی.....	حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ	٥٢
چراغ بجھ گیا مگر روشنی باقی ہے !	مولانا عکاشہ میاں صاحب	٥٨
اخبار الجامعہ		٦٢
موت العالم موت العالم !		٦٤

قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ

کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین و دروس جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے اور سنے جاسکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org

حرفِ آغاز

دینی و مذہبی حساسیت اور ہماری ذمہ داری

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

۱۰ر محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/ ۲۶ر جون ۲۰۲۶ء کو جیو نیوز نے ایک خصوصی پروگرام ''سفرِ عشق'' کے عنوان سے نشر کیا ! اس پروگرام کے دوران (نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم سے منسوب خاکے دکھائے اور بعض ایسے مناظر نشر کیے جنہیں عوامی اور مذہبی حلقوں نے دینی حساسیت کے منافی قرار دیا ! اس پر شدید ردِعمل سامنے آیا، علماء کرام نے اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور معاملہ پیمرا (PEMRA) تک پہنچا [1]

پیمرا کے مطابق اس پروگرام میں ایسی مذہبی بصری پیش کش (Religious Visualization) شامل تھی جو ناظرین کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے، فرقہ وارانہ حساسیت پیدا کرنے، مذہبی ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے اور عوامی امن و امان کے لیے خطرہ پیدا کر سکتی ہے ! اسی کے ساتھ ساتھ الیکٹرانک میڈیا ضابطہ اخلاق کی جانب سے جاری ہدایات سے بھی مطابقت نہیں رکھتی جس کے نتیجے میں پیمرا نے چینل کی نشریات پندرہ دن کے لیے معطل کر دیں ! !

جیو نیوز اس کو غیر ارادی غلطی قرار دے کر معافی مانگ رہا ہے لیکن سوچنے کی بات ہے کہ کیا ایک ڈاکومینٹری میں ایسی غیر ارادی غلطی ممکن ہے ؟ کیونکہ ڈاکومینٹری یا دستاویزی فلم میں

---

[1] Pakistan Electronic Media Regulatory Authority (PEMRA)

غلطی کا غیر ارادی ہونا تکنیکی طور پر ناممکن حد تک مشکل ہوتا ہے، کسی بھی شامل ڈاکومینٹری میں مواد کو اولاً تحریری شکل دی جاتی ہے، خاکوں یا تصاویر کا انتخاب طے ہوتا ہے، اسکرپٹ کئی بار پڑھا جاتا ہے، ایڈیٹر ایک ایک فریم کو دیکھ کر جوڑتا ہے، خاکوں کو اسکرین پر لانے کے لیے باقاعدہ ٹائم لائن پر رکھا جاتا ہے، یہ عمل گھنٹوں یا دنوں پر محیط ہوتا ہے، بڑے نیوز چینلز میں پروڈیوسر اور ایگزیکٹو پروڈیوسر ہوتے ہیں، نشر ہونے سے پہلے فائنل پروگرام کو پوری ٹیم دیکھتی ہے، حساس مذہبی معاملات پر قانونی ٹیم سے بھی رائے لی جاتی ہے، یہ غیر ارادی نادانستہ غلطی تو نہیں ہوسکتی ؟ ! اس پر تحقیقات ہونی چاہئیں اور ذمہ داران کو قرارِ واقعی سزا ملنی چاہیے ! !

اس واقعہ نے ایک بار پھر اس طرف متوجہ کیا ہے کہ مذہبی شخصیات، مقدس واقعات اور دینی شعائر کی پیش کش میں میڈیا کو کس حد تک احتیاط برتنی چاہیے ؟ اسلامی تعلیمات اور پاکستان کے آئین و قانون کا تقاضا یہ ہے کہ عقائد اور مقدسات کے بارے میں ایسی ہر چیز سے اجتناب کیا جائے جو اختلاف، اشتعال یا بے ادبی کا سبب بنے ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (سورۃ الحج : ۳۲)

''جو اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوی میں سے ہے''

عصرِ حاضر کے تناظر میں آج کا میڈیا چند لمحوں میں کروڑوں لوگوں تک پیغام پہنچا دیتا ہے، ایسی صورت میں ایک معمولی لغزش بھی بڑے فتنہ، انتشار اور غلط فہمی کا سبب بن سکتی ہے اس لیے اسلامی شعائر، مقدس شخصیات اور تاریخی دینی واقعات کی پیش کش میں غیر معمولی احتیاط کی ضرورت ہے خصوصاً نبی کریم ﷺ، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم سے منسوب موضوعات کو بیان کرتے وقت ایسی ہر چیز سے اجتناب لازم ہے جو عقائد، احترامِ مقدسات یا امت کے اتحاد کو متاثر کرے ! !

ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ علماء اور ماہرینِ دین کی مشاورت سے مواد تیار کیا کریں ! ہماری ذمہ داری ہے کہ دینی معاملات میں جذبات کے ساتھ ساتھ حکمت، اعتدال اور شرعی رہنمائی کو

بھی پیش ِنظر رکھا کریں ! ردِ عمل میں شائستگی ، ذمہ داری اور امت کے وسیع تر مفاد کو ملحوظ رکھا کریں !

پیمرا کا یہ نوٹس بروقت اور برمحل ہے اور یہ کارروائی وقت کی ضرورت بھی ہے ، ہم اس کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نوٹس صرف پندرہ یوم کی بندش تک ہی نہ رہ جائے ، یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہ واقعہ ایک سوچی سمجھی سازش تو نہیں ہے ، پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور اس کے آئین اور قانون میں ایسی گستاخی کے لیے قانون موجود ہے ملاحظہ فرمائیں :

''تعزیراتِ پاکستان (PPC) کی دفعہ 295 مذہبی منافرت کو روکنے اور توہینِ مذہب کے تدارک سے متعلق ہے۔ اس قانون کا مقصد تمام مذاہب کے ماننے والوں کے جذبات کا تحفظ اور مذہبی ہم آہنگی برقرار رکھنا ہے ! اس کی تین ذیلی شقیں ہیں :

دفعہ 295-A : جان بوجھ کر یا بدنیتی سے کسی بھی مذہب یا مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے پر دس سال تک قید ، جرمانہ ، یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں ! !

دفعہ 295-B : قرآنِ مجید کی بے حرمتی ، نقصان پہنچانے یا غلط استعمال کرنے پر عمر قید کی سزا مقرر ہے ! !

دفعہ 295-C : حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے پر قانون کے تحت لازمی سزائے موت اور جرمانہ عائد کیا جاتا ہے ! ! ''

لہٰذا ایسے افراد اور اداروں کو آئین اور قانون کے دائرہ میں لاکر کارروائی کی جائے ، ہم اس واقعہ کی صاف وشفاف تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہیں اور توہین کرنے والے عناصر کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ وہ آئندہ ایسے اقدامات کی جرأت نہ کرسکیں اور ایسی صورتِ حال دوبارہ پیدا نہ ہو ! !

وما علینا الا البلاغ

محمد عابد

۱۴ محرم الحرام ۱۴۴۸ھ / ۳۰ جون ۲۰۲۶ء

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللہ مرقدہٗ کا مجلس ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' شارع رائیونڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری ومقبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

یزید کی بیعت پوری طرح منعقد نہ ہوئی تھی اس لیے اطاعت لازم نہ تھی
بالآخر حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ کی پالیسی اختیار کی !
امام حسینؓ کی تائید میں ائمہ اربعہؒ کا متفقہ فیصلہ ! اہلِ مدینہ کا عمل !
امام مالکؒ کی رائے ! عزتِ نفس کے لیے جان دینا بھی شہادت ہے !

(درسِ حدیث نمبر ۸۶/ ۱۱۷ ۱۰؍ رجب ۱۴۰۴ھ/ ۱۳؍ اپریل ۱۹۸۴ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی وصیت فرمائی کہ جس سے بیعت کرلو تو اُس کی بیعت پر پابند رہو ! اور اگر کوئی بعد میں آجائے اور پھر اُس کے بعد اور آجائے اور حالات ڈانواں ڈول ہوں کہ کبھی کوئی آگیا کبھی کوئی اور اُن سب سے بیعت کرنی پڑ جائے جیسے ووٹ دینا جیسے یہ عہد کرنا کہ ہم تمہاری بات مانتے رہیں گے جائز حد تک جو ہوگی ، یہ شرط اس میں لگی ہوئی ہوتی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرے تو فرمایا فُوْا بَیْعَۃَ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ [1] کہ جو پہلے ہے اُس کا درجہ پہلے ہے اور اس سے بھی جو پہلے ہے اُس کا درجہ اور بھی مقدم ، اس کے ساتھ وفاداری رکھو

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۷۵

اُس کے ساتھ وفاداری کرو ! اور جو بعد میں دعوٰی کررہا ہو تو اُس کے بارے میں کیا ہے ؟ ؟ تو اُس کے بارے میں فرمایا اسے ماردو کَائِنًا مَنْ کَانَ [1] جو بھی کوئی ہو ! !

خارجیوں، ناصبیوں کا حضرت حسینؓ پر اعتراض :

اب خوارج یا نواصب یہاں پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں، ان لوگوں نے یہ کہا کہ پہلے یزید خلیفہ ہوا بعد میں حضرت حسینؓ نے خلافت کا دعوٰی کیا لٰہذا بعد والے کو مارنے کا حکم آپ دے چکے، انہیں شہید کردیا گیا ! اب جو شہید ہوئے ہیں تو اپنے نانا کی تلوار سے گویا شہید ہوئے ہیں یہ ان لوگوں نے ایک چیز (بے تکی دلیل) تیار کی تھی ! !

''خارجی'' اور ''ناصبی'' کسے کہتے ہیں ؟

''خارجی'' انہیں کہتے ہیں جو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما دونوں کے خلاف ہوں اور دونوں کو بُرا سمجھتے ہوں بلکہ ان کی تکفیر کرتے ہوں کہ معاذ اللہ وہ اسلام سے نکل گئے تھے ایسی غلط قسم کی باتیں اور غلط قسم کے عقائد اُنہوں نے بنا رکھے تھے ! !

اور دوسرا طبقہ ایک اور ہے وہ کہلاتے ہیں ''ناصبی'' ان کا زیادہ بڑا نشانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے تو وہ نواصب کہلاتے ہیں ! وہ حضرت علیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سب کو نشانہ بناتے ہیں ! تو اس کے بالمقابل جو ایک اور باطل فرقہ پیدا ہوا تھا وہ ''شیعہ'' تھے ! ! اور اِن سب کے بالمقابل جو اہلِ سنت نے طرز اختیار کیا وہ بڑا معتدل ہے اس میں سب صحابہ کرام کی عظمت بحال رکھنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے ! !

ان کا جواب :

لیکن میں نے آپ کو اس کے بارے میں بتلایا کہ یزید کا معاملہ تو ایسا تھا کہ اس کے بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ اختیار کیا تھا کہ نامزد کردیں اور اس کے بارے میں فضا

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۷۷

سازگار کرلیں لوگوں سے ایک پیشگی وعدہ لے لیں ذہن تیار کرلیں، اس چیز کو صحابہ کرام میں سے کافی صحابہ کرام نے پسند نہیں کیا بلکہ اس سے اختلاف کیا کہ اس طرح سے خلافت دلانی، بیعت کرانی، یہی ٹھیک نہیں ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اور دوسرے صحابہ کرام کا اختلاف ہوگیا جیسے کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن اَبی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے مخالفت کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی، ان حضرات نے مخالفت کی تو جس چیز میں اختلاف آجائے وہ منعقد پوری طرح نہیں مانی جاتی لہٰذا اُس کا اِنعقاد درست نہ ہوا۔ [1]

پھر جہاں کے لوگوں نے بیعت کی ہی نہیں پھر اُن کا کیا ہوگا ؟ مثلاً اہلِ کوفہ نے بیعت کی ہی نہیں تھی بلکہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے ہیں تو لکھا ہے اور اس میں یہی مضمون تھا کہ ہم نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی آپ تشریف لے آئیں آپ کے ہاتھ پر ہم بیعت کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتری فرمادیں گے ! !

---

[1] احادیث میں مختلف الفاظ کے ساتھ اس شرط کی صراحت ہے کہ پہلے کسی شخصِ واحد پر سب کا اتفاق ہو چکا ہو، پہلی بیعت منعقد ہو چکی ہو ملاحظہ فرمائیں :

(۱) عَنْ عَرْفَجَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ (مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۷۷)

(۲) حضرت عَرْفَجَةَ رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت میں وَهِيَ جَمِيْعٌ کی جگہ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَاحِدٍ کے الفاظ منقول ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۷۸)

(۳) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهٗ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ.(مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ و القضاء رقم الحدیث ۳۶۷۹ ، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بالوفاء.. ۱۸۴۴)

خط کشیدہ جملوں سے اس امر کی وضاحت ہورہی ہے کہ تلوار تب اٹھائی جاسکتی ہے جب پہلے بیعت کا انعقاد ہو چکا ہو !

(حضرت مولانا سید محمود میاں رحمہ اللہ)

حضرت حسین ؓ کا کوفہ جانا ضروری تھا اور اُس کی دلیل :

اب آپ یہ بتلائیے کہ تمام احکام جتنے بھی ہیں اسلام کے، بہت کا مدار اُن میں حکومت پر ہے اگر حکومت ہوگی تو ہوں گے ورنہ نہیں ہوں گے، ہو ہی نہیں سکتے ! اللہ تعالیٰ کی ''حدود'' جو ہیں اُن کو نافذ کرنے کا اختیار کیا افراد کو ہے ؟ نہیں، افراد کو نہیں ہے، شوہر بیوی کو سزا دینی چاہے، نہیں دے سکتا ! دعویٰ کرے گا، کوئی اور کسی اور کو دینا چاہے جو اُس کے ماتحت ہو تو بھی نہیں، دعویٰ کرے گا بس، تھوڑی بہت سرزنش کر سکتا ہے لیکن یہ کہ وہ سزا دے ''حد'' جاری کرے یہ کوئی کر ہی نہیں سکتا ! کسی کو کسی نے قتل کر دیا اب اُس کے بیٹے اُس قاتل کو نہیں مار سکتے، دعویٰ کر سکتے ہیں، مارے گی تو حکومت مارے گی کیونکہ اگر اُسے مارنے کا اختیار دے دیا جائے تو پھر تو فساد اور بڑھے گا ! اور وہ مارنا کسی کو چاہتا ہے مارا کوئی اور گیا تو فساد ٹھنڈا ہونے کے بجائے اور بڑھتا ہے بھڑکتا ہے، اس لیے حکومت کے سوا باقی کسی کا کام یہ نہیں ہوتا کہ حدود اللہ قائم کرے ! اقامتِ حدود اور فیصلے شریعت کا نفاذ یہ کام حکومت کا ہے، افراد کا نہیں ہے، رعایا کا نہیں ہے تو اس کام کے لیے اگر کوئی کسی کو بلاتا ہے کہ یہ کرو تو یہ شریعت ہے یا نہیں اور عبادت ہے یا نہیں ؟ یہ تو عبادت ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب بلایا گیا اس کام کے لیے تو اُن کے لیے جانا جبکہ وہ کہہ یہ رہے ہیں کہ ہم نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے آپ ادھر آ جائیں اور ہم بیعت کریں گے آپ کے دستِ مبارک پر، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں خیر پر جمع کر دیں، بہتر حالات پر جمع کر دیں یہ مضمون تھا اُن کا ! اب اُن کے لیے وہاں پہنچنا کم از کم واجب ہوا، کم اَز کم مستحب سمجھ لیں اور بھی اس سے نیچے آ جائیں کم اَز کم جائز تو ہوا ورنہ مستحب ہوا، ورنہ واجب ہوا تو اس وجوب کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے سفر کیا ! !

امام حسین ؓ کا بغاوت یا بغاوت پر اُکسانے کا کوئی ارادہ نہ تھا :

اب اِن کا ارادہ یہ ہوا ہوتا کہ یزید کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر بھی لی ہو تب بھی میں ضرور لڑوں گا اور مجھے اس کی بیعت تڑوانی ضرور ہے، اگر ایسا ارادہ ہوتا تو اپنے ساتھ بیوی بچوں کو لے کر تو

نہ جاتے ،کوئی اورلڑنے والے لوگوں کا کوئی چھوٹا موٹا لشکر ہی تیار کر کے لے کر جاتے ، وہ جب گئے ہیں تو بیوی بچے سب ساتھ چھوٹے بڑے گئے پھر جب مزاحمت ہوئی ہے ان کی تو انہوں نے یہی کہا ہے کہ میں تو لڑنے نہیں آیا ہوں ، مجھے ان لوگوں نے بلایا ہے اس عنوان سے بلایا ہے اگر کوئی مسئلے جاننے والا ہوتا دین کی سمجھ ہوتی فقیہ ہوتا سامنے تو وہ سمجھتا کہ یہ بات جو آپ فرمارہے ہیں وہ صحیح ہے وزنی ہے اور یہ بغاوت نہیں ہے ! !

بغاوت تو اہلِ مدینہ نے کی تھی مگر..... :

بغاوت میں تو مدینہ شریف والوں کا کام جو ہے وہ ہے، وہ آتا ہے کیونکہ مدینہ منورہ کے عام لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تھی، حضرت عبداللہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں انہوں نے بھی بیعت کرلی تھی یزید کی ! اور پھر انہوں نے منع کر دیا تھا کہ اب چھوٹی موٹی باتوں پر یا غلط چیزیں بھی اگر ہیں تو بھی ایسے نہ کرو کہ تم یزید کی مخالفت کرو بلکہ رہنے دو اسی طرح ورنہ خونریزی ہوگی اور احادیث میں ایسے آیا ہے کہ اگر وہ (حکام) خدا کی اطاعت کریں تو پھر تو تمہیں بھی فائدہ اور انہیں بھی خدا کے یہاں فائدہ اور اگر وہ حکام خدا کی اطاعت نہ کریں فَلَکُمْ وَعَلَیْهِمْ تو تمہیں ثواب ملے گا اور جو گناہ ہے جو بار ہے وہ اُن کی گردن پر ہوگا تو ان کی رائے یہ ہوئی کہ بیعت نہ توڑیں ! !

اہلِ مدینہ کا تقویٰ ،اُن کے عمل کی اہمیت :

لیکن مدینہ منورہ کے لوگوں کا (دینداری اور تقویٰ کے اعتبار سے اہلِ شام کے مقابلہ میں) زمین آسمان کا فرق ہے وہ میں الگ آپ کو بتا ہی چکا ہوں کہ روایتوں میں شام کا اور مدینہ شریف کا بہت زیادہ فرق آیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور تک یہ فرق رہا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش جو ہے وہ ۹۰ ھ یا ۹۱ ھ ہے گویا ایک صدی پوری ہو رہی تھی ہجرت کے بعد، رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تقریباً ۸۰ سال بعد ان کی پیدائش ہوئی ہے لیکن جب اُنہوں نے ہوش سنبھالا تو دیکھا مدینہ کا حال وہی ہے، (امام مالکؒ) لکھ پڑھ گئے تو بھی یہی ہے اور عالم بن گئے تو بھی یہی ہے علامہ بن گئے

مجتہد بن گئے تو بھی وہی تو انہوں نے کہا مدینہ شریف کا جو عمل ہے اہلِ مدینہ کا وہ میرے نزدیک حدیثِ صحیح سے بھی زیادہ وزنی ہے کیونکہ عمل کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کر رہا ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک اُستاد دَر اُستاد اَسناد نقل کر رہے ہیں اور وہ دو چار تک ہی بات ہوتی ہے اور یہ تو سارا شہر کا شہر ایک چیز پر متفق ہے تو وہ ترجیح دیتے تھے کہ عملِ اہلِ مدینہ جو ہے وہ میرے نزدیک بہت بڑا ہے تو اُن کو یہ چیز (یعنی یزید کی بدعملی) گوارا نہ ہوئی تو انہوں نے بیعت توڑی، معلوم یہ ہوتا ہے کہ بیعت توڑنا کچھ حالات میں درست بھی ماننا پڑتا ہے اگر اِس کو درست نہیں مانتے تو اہلِ مدینہ کو گمراہ کہنا پڑے گا اور اہلِ مدینہ کو گمراہ کسی نے نہیں کہا بلکہ برا جو کہا ہے یزید ہی کو کہا ہے، برائی اسی کی طرف منسوب ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مدینہ منورہ کے لوگوں نے کیا تھا اُس کی جو سزا دی جاسکتی تھی وہ تعظیم ملحوظ رکھتے ہوئے بھی دی جاسکتی تھی ! اس نے تعظیم ملحوظ نہیں رکھی اس نے تو آرڈر دے دیا کہ اِنہیں کچل کر رکھ دو اور قتلِ عام جیسی شکل بنائی بلکہ قتلِ عام کا حکم دیا ! !

ابنِ تیمیہؒ منہاج السنہ میں خود لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ مُری کو بھیجا اور حکم دیا کہ تین دن وہ مدینہ منورہ کو مباح سمجھے یعنی جو چاہے کرے لُوٹ مار کرے اَمَرَہٗ اَنْ یَّسْتَبِیْحَ الْمَدِیْنَۃَ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ ایک قیراط زائد دے دیا تھا ایک معاملے میں تو میں نے اسے برکت کے طور پر اپنے تھیلے میں رکھا جیسے آپ جیب میں بٹوا رکھتے ہیں اس میں گویا رکھ لیا اور فَلَمْ یَکُنِ الْقِیْرَاطُ یُفَارِقُ جِرَابَ[1] وہ ان ہی کے ساتھ رہا حتی کہ حَتّٰی اَصَابَھَا اَھْلُ الشَّامِ یَوْمَ الْحَرَّۃِ[2] اہلِ شام نے وہ لے لیا حرہ کے واقعہ کے دن ! حضرت جابر رضی اللہ عنہ بڑے صحابی تھے ان کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اور حضرت جابرؓ جو ہیں وہ بھی اُحد میں شامل ہوئے ہیں اُس وقت سے لے کر ۶۳ھ تک وہ اُن کے پاس تھا تو اُنہیں اس سے کتنی عقیدت اور کتنی محبت ہوگی اور اہلِ شام نے ایسے ہی تو نہیں لے لیا ہوگا بلکہ لُوٹ مار کے ذریعہ ہی لیا ہوگا، تو وہ برائی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل رجل ان یعطی شیئا رقم الحدیث ۲۳۰۹

[2] صحیح البخاری کتاب الھبۃ و فضلھا و التحریض علیھا رقم الحدیث ۲۶۰۴

جو اہلِ مدینہ کے ذمہ ہو سکتی تھی اس خدا کے بندے (یزید) کے حصہ میں آگئی ! تو معلوم یہ ہوا کہ اہلِ مدینہ ہی کی رائے ٹھیک تھی یہ واقعی اس قابل نہیں تھا اور اگر اس قابل ہوتا تو خدا کا خوف ہوتا اس کے دل میں اور خوفِ خدا ہوتا تو احترامِ حرم کرتا بلکہ دونوں حرمین مدینہ شریف اور مکہ مکرمہ کا احترام نہ کیا ! !

یزیدیوں نے آپ کی تجاویز مسترد کر دیں :

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ اس (یزید) کی فوج آچکی تھی، راستے ہی میں ان کو روک لیا اِنہوں نے اُنہیں بتایا کہ میرا سفر اس لیے ہے اور اس نیت سے ہے

(۱) تمہیں یہ چاہیے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اُس سے بات کرتا ہوں !

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تم مجھے واپس جانے دو !

(۳) اور تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے تم بھیج دو مور چوں پر جہاں لڑائی ہو رہی ہے !

تو ''جہاد'' میں جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ گویا حدودِ مملکت کے آخری سرے پر ایک آدمی چلا گیا ایک طرف چلا گیا، جہاد میں مصروف ہے تو اُس کا یہ تو نہیں ہوتا کہ ملک کے اندر کچھ کر رہا ہو، ملک سے تو وہ باہر نکل گیا ملک کے وسط سے تو وہ ہٹ گیا، جب وسط سے ہٹ گیا تو کوئی بھی کام نہیں کر سکتا ! !

یزیدی پارٹی کی بیوقوفی :

اچھا اس میں اگر وہ غور کرتے تو تینوں صورتوں میں یزید کی حکومت کا تسلیم کرنا لازم آجاتا ہے

☆ پہلی صورت یہ کہ مدینہ منورہ واپس چلا جاؤں جہاں سے آیا ہوں واپس جاؤں مدینہ یا مکہ مکرمہ، وہاں حکومت تھی اُس کی ایک دفعہ تو ہوئی ہے اُس کے بعد ٹوٹی ہے !

☆ دوسرے یہ کہا یزید کے پاس جانے دو، یزید کے پاس اگر لے جاتے تو کیا بات ہوتی !

☆ تیسری صورت یہ تھی کہ وہاں جانے دو معرکہ میں جہاں جہاد ہو رہا ہے کیونکہ حضرت حسین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما اُس علاقے اَہواز میں پہلے بھی جہاد کر چکے تھے اور اُس علاقہ کو فتح اُنہوں نے کیا تھا اسی لیے حضرت حسن وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی تو یہ کہا تھا کہ اُس علاقہ کی آمدنی جو ہوگی وہ میرے حصہ میں آئے گی اور وہ میں لیتا رہوں، نواب بننے کے لیے نہیں

بلکہ خرچے ہی اتنے تھے متعلقین تھے بہت سارے اور بہت ضرورتیں تھیں تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ علاقہ اُنہیں دے دیا تو یہ لوگ بھی اُس طرف آسکتے تھے، اب جب اُس طرف آتے تو ظاہر ہے کہ جو وہاں کا جنرل تھا اس کے تابع ہو کر جہاد میں شامل ہوتے وہ جنرل ہوتا تو یزید ہی کا ہوتا اس میں گویا ہر حال میں تینوں صورتیں جو اُنہوں نے پیش کی ہیں اُن میں یزید کی حکومت کا تسلیم کرنا خود بخود لازم آجاتا ہے، لیکن یہ بیوقوف تھے انہوں نے کہا نہیں پہلے آپ بیعت کریں پھر ہم سوچیں گے کہ ہم آپ کا کیا کریں اور یہ کارروائی بغاوت ہے، اُنہوں نے دفعہ جو لگائی اُن پر وہ بغاوت والی لگائی ! !

حضرت امام حسینؓ پر دونوں باتیں واجب تھیں :

اور جب یہ صورت ہوگئی تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مسئلہ کے اعتبار سے وجوب پر عمل کر رہے تھے اُن کے اعتبار سے یہاں آنا واجب تھا، اُن کے اعتبار سے نہ لڑنا بھی واجب تھا تو وہ آئے اس طریقہ پر کہ بغیر لڑائی کے کہیں اگر حکومتِ عادلہ قائم ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی جدوجہد کرنی چاہیے ! یہ بالکل ایسی مثال ہو جائے گی جیسے آج کہیں کسی صوبے میں کوشش کی جائے کہ ہمارے لوگ اسمبلی میں زیادہ آجائیں ووٹ زیادہ ملیں تاکہ وہاں ہم اپنی حکومت قائم کرسکیں ! اسلامی حدود نافذ کرسکیں تو اسی طریقہ پر یہ بھی ایک کوشش ہوگی اُس میں وہ لڑنے کی بات نہیں آتی ! !

امام حسینؓ کا مسلح ہونا رواجی تھا :

اب رہا یہ کہ ہتھیار تو ہر ایک کے پاس ہوا ہی کرتے تھے اس زمانے میں، اور سفر جو کیا جاتا تھا اس میں ہتھیار ہوتے ہی تھے ! ہتھیار تو تھے ان کے پاس مگر فوج نہیں تھی، خود اپنے گھر کے جتنے ہوا کرتے ہیں جتنے رکھا کرتے تھے رواجاً وہ تھے ! اور مسلمان تو مسلح رہا ہی کرتا ہے یہ تو ہم نے اپنی روِش چھوڑ رکھی ہے ورنہ جیسے سکھ مسلح ہیں اس طرح ہر ایک مسلمان کے پاس ہونی چاہیے تھی پستول ! سکھوں نے مسلمانوں سے ایک چیز لے کر اپنے ہاں ضروری کرلی ! تو اصل میں مسلمانوں کے لیے یہ چیزیں لوازمات میں سے ہیں ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾[1] اور اصل بات بھی یہی ہے

[1] سورة الانفال : ٦٠

رعایا کا مضبوط ہونا اصل قوت ہے :

آپ یوں سمجھ لیجیے کہ اصل قوت جو ہے وہ ہے بھی یہی کہ رعایا جو ہے وہ مضبوط ہو اور تیار ہو اور مسلح ہو ! اور اگر ایسی صورت ہو تو کوئی ملک کسی ملک میں داخل نہیں ہو سکتا، آج روس بھی اگر ایران میں داخل ہو جائے تو خیر نہیں اس کی ، داخل تو وہ ہو جائے گا یہ ٹھیک ہے لیکن بچ کر بھی کوئی نہیں نکلے گا ان میں سے، اور جتنے کروڑ وہ ہیں اُتنے کروڑ کو تو مار ہی دیں گے، اتنا جانی نقصان کوئی طاقت برداشت نہیں کر سکتی، اتنے کروڑ آدمی جتنے وہ ہیں اُتنوں کو وہ مار دیں ، کس کو یہ غلط بات سوجھ سکتی ہے ؟ ؟ کون اس غلط بات پر چل سکتا ہے ؟ ؟ کوئی بھی نہیں سوچ سکتا ایسا ! ہاں یہاں آسکتے ہیں کیونکہ یہاں کوئی مسلح نہیں یہاں جو آجائے اس کی بات ماننی پڑے گی رعایا کو کیونکہ یہ محض رعایا ہے اس کی کوئی رائے نہیں اور رائے ہو بھی تو زبان سے کہہ ہی نہیں سکتا کیونکہ قوت نہیں ہے، نہ لڑنے کا ڈھنگ ہے، نہ تربیت، کچھ بھی نہیں بس، جو بھی اُن کا مالک بن جائے اس کے غلام ہیں ! تو یہ نہ ہو کوئی اور ہو اُس کے غلام ہیں ! ہم میں وہ بات ہے ہی نہیں ! !

البتہ وہاں تو ہر آدمی کے پاس تھا ہتھیار، اتنا ہتھیار اُن کے پاس بھی تھا، باقی اس سے زیادہ تیاری کی ہو کوئی فوج لائے ہوں وہ نہیں، اب اُنہوں نے کہا کہ آپ پہلے یہ (بیعت) کریں ! انہوں نے کہا یہ نہیں کر سکتا یہ نہیں مانے ! اُنہوں نے گرفتاری بھی نہیں دی، اب لڑے بغیر کیسے وہ گرفتار کرتے وہ بھی نہیں کر سکتے تھے ! !

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی طرح لڑائی میں پہل نہیں کی :

اور لڑنے کے لیے یہ پہل کریں یہ بھی نہیں کر سکتے تھے مسئلہ کی رُو سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جتنی لڑائیاں ہوئی ہیں (آپس میں) ان سب میں انہوں نے یہ ہدایت کی ہے کہ پہل ہماری طرف سے نہیں ہوگی ، جنگِ جمل سب سے پہلے ہوئی ہے بصرہ میں اس میں یہی ہدایت کی ہے، اس کے بعد جنگِ صفین ہوئی ہے اس میں یہی ہدایت کی ہے، اس کے بعد اَہواز وغیرہ میں خوارج سے ہوئی ہے لڑائی

اس میں بھی یہی ہدایت کی ہے، جب انہوں نے حضرت خباب اِبن الارت رضی اللّٰہ عنہ [1] کے بیٹے عبداللہ اور اُن کی بہو یعنی بیٹے کی بیوی ان دونوں کو جب اُنہوں نے شہید کر دیا اور اُن کے ہاں ولادت ہونے والی تھی تو گویا تین خون کر دیے جب یہ ہوا تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حملے کا حکم دیا ہے ورنہ اُنہوں نے حملے کا حکم نہیں دیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ جانتے تھے، ان کے سامنے معاملہ یہی رہا ! !

بالآخر حضرت معاویہؓ کو بھی وہی کرنا پڑا جو حضرت علیؓ نے کیا :

دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کیا وہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی کرنا پڑا یعنی پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی ہے اُس وقت تو وہ یہ کہتے تھے یہ جو گروہ ہیں مصر سے آنے والوں میں سے دو یا تین آدمی اندر گئے جنہوں نے شہید کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوئی ہتھیار لیے ہوئے نہیں تھے، جو آدمی عمر رسیدہ ہو اور ہتھیار کوئی نہ ہو اور لڑنے کا حکم دے بلکہ ہتھیار پھینکنے کا حکم دے دے، اس کو مارنے کے لیے کوئی فوج تو نہیں چاہیے، اس کو تو کوئی بھی شہید کر سکتا ہے دو یا تین آدمی ملتے ہیں جنہوں نے انہیں شہید کیا ہے اور اِس جُرمِ عظیم کا اِرتکاب کیا ہے لیکن وہ مارے گئے ! ! حضرت عثمانؓ نے تو اپنی مدد کے لیے کسی کو نہیں بلایا، منع کر دیا مارتے ہیں مارنے دو، بہر حال بہت بڑی بہادری ہے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے، بہت بڑی بہادری ہے البتہ ان کی جو بیوی تھیں انہوں نے شور مچایا اور مدد کے لیے بلایا تو پھر وہ لوگ آئے، اس وقت حضرت عثمانؓ گفتگو نہیں فرما سکتے تھے وہ بیہوش ہو گئے تھے، جب وہ لوگ مدد کے لیے آئے تو پھر اُن کی مڈ بھیڑ ہوئی انہوں نے پھر اُن کو مار دیا یہ وہیں مارے گئے، یہ کون تھے ؟ یہ مصر والے تھے، مصر سے آئے تھے انہوں نے گھیراؤ کر لیا تھا قصرِ اَمارت کا دار کا، ان کا جو مکان تھا، مکان تھا بڑا، اس کا صحن جو تھا وہ بھی شاید ایسا ہوگا جیسا کہ کنال دو کنال کا یا زیادہ کا ہو، اس میں سات سو آدمی آٹھ سو آدمی بیٹھتے ہیں بیک وقت، ایسا صحن بنا ہوا تھا اسے '' اَلدَّارُ ''

---

[1] حضرت خباب اِبن الارت رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ بہت مشہور صحابی ہیں جنہیں کفارِ مکہ انگاروں پر لٹا دیتے تھے شروع اسلام میں اور انگاروں کی وجہ سے ان کے جسم کی چربی نکل آتی تھی اور اس سے انگارے ٹھنڈے ہوتے تھے !

کہا گیا، وہ ان کا دارُالخلافہ وہ قصرِ اَمارت جو چاہیں کہیں اسے، وہ ان کا گھر تھا کوٹھی تھی قصرِ اَمارت، سب کچھ وہی تھا، اُس کا گھیراؤ اُس گروہ نے کیا ہے جو مصر سے آئے ہوئے تھے، ایک گروہ آیا ہوا تھا بصرہ سے، ایک گروہ آیا ہوا تھا کوفہ سے، انہوں نے گھیراؤ ہی میں حصہ نہیں لیا یہ الگ رہے لیکن باغی ہونے میں سب برابر تھے، خیالات سب کے ایک ہی تھے لیکن قتل کا ارتکاب جس نے کیا وہ تین چار آدمی تھے وہ تین چار سب مارے گئے ! !

دو اہم سوال :

(۱) اب سوال یہ اُٹھتا ہے کہ اس مصری گروہ کو مارا جائے یا نہ مارا جائے ؟

(۲) اور ایک سوال یہ اُٹھتا ہے کہ بصرہ والوں اور کوفہ والوں کو مارا جائے یا چھوڑا جائے ؟

تو حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہؓ ان سب کی رائے یہ تھی کہ جو جو گروہ آئے اُن سب کو قتل کیا جائے ! انہوں نے بغاوت کی کیسے ؟ اور یہ سب دمِ عثمان میں شریک ہیں ! !

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے تھے یہ بات نہیں ہے اُن سب کو نہیں مارا جا سکتا اُن میں جو فسادی ہیں ان کی گرفت کی جا سکتی ہے ! لیکن حالات قابو میں آنے پر گرفت کی جائے گی، قاتل ہونے کے حساب سے مارا جائے سب کو یہ نہیں ہو سکتا، نہ یہ درست ہے نہ یہ جائز ہے، ان حضرات کے ذہن نے اس بات کو قبول نہیں کیا ! !

ان حضرات کا اقدام اور حضرت علیؓ کی رائے کی طرف رجوع :

ان حضرات نے حملہ کیا بصرہ پر، قاتلینِ عثمان کا پیچھا کیا، ان میں کچھ کو مار دیا کچھ بھاگ گئے ایک بڑا اڈھ جو تھا وہ بھی بھاگ گیا، اب اس کو قبیلے والوں نے چھپا لیا وہ کہنے لگے اگر آؤ گے تو ہم تم سے لڑیں گے ! اب حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ یہ حکم دے رہے ہیں تو انہیں اُس آدمی کو برآمد کر کے دے دینا چاہیے تھا، نہیں دیتے برآمد کر کے، اُنہوں نے کہا نہیں، آپ نے بصرہ پر حملہ کیا اتنے آدمیوں کو مار دیا ہے ہم نہیں مانتے، اب اُن سے اگر لڑتے ہیں تو اُن کے جو اور حمایتی قبیلے ہیں

وہ اُٹھ آئیں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب گفتگو ہوئی ہے تو یہی بات کہلائی ہے اُن سے اور انہوں نے پھر مان لی کہ یہ بات ٹھیک ہے ! !

حضرت معاویہؓ کی جانب سے انکار :

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ مانی ، انہوں نے کہا ہم اطاعت ہی نہیں کریں گے آپ کی جب تک آپ سب کو ہمارے حوالے نہیں کریں گے اور سب دمِ عثمان میں شریک ہیں تو اُنہوں نے ان کو بھی سمجھانا چاہا بذریعہ پیغام، اُدھر سے اِدھر، اِدھر سے اُدھر بڑے بڑے تابعین علماء کے ذریعہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں وہ بہت بڑے عالم ہوتے تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو میں جانتا ہوں وہ علقمہؒ جانتے ہیں، علقمہؒ بھی تھے اُن میں اور بھی لوگ تھے جو حضرت علیؓ فرماتے تھے وہ وہاں جا کر کہتے تھے، وہ جو کہتے تھے یہاں آکر بتلاتے تھے جیسے بچے سے ایک بات کہلا دیں کہ یہ کہہ آؤ تو وہ کہہ دے گا اپنی طرف سے بات نہیں بڑھاتے، بالکل اس طرح نقل کرنا، اس گفتگو میں جواب کوئی نہیں تھا ! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس باتیں ختم ہوگئی تھیں تقریباً مگر پھر بھی لڑائی ہوئی اور اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیادہ سے زیادہ جو موقف یا مطالبہ تھا وہ وہی تھا جو اُن حضرات کا تھا جو بصرہ میں تھے مگر اُن حضرات کے ذہن میں یہ بات آچلی تھی مان بھی گئے تھے یہ لوگ کہ سب کو مارنا غلط ہے ! اُدھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی ابھی تک تو انہوں نے قبول نہیں کی !

بالآخر حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی پالیسی اپنائی اور حملہ آوروں کو عہدہ بھی دیا :

لیکن ایک دور آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ سے جب صلح ہوئی ہے تو صلح اسی شرط پر ہوئی ہے کہ کسی کو ہمارے ساتھیوں میں سے آپ کچھ نہیں کہیں گے، اُنہوں نے مانی یہ بات کسی کو کچھ نہیں کہا ! بلکہ میں نے تاریخ کا جو مطالعہ کیا تو مجھے دو آدمی تو ایسے لگے جو اُن گروہوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہونے کے لیے آئے تھے، اُس وقت کے بھی نامور

لوگ تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں اُن کے ذمہ ڈیوٹیاں کی ہیں اُن کے ذمہ کام لگائے ہیں یعنی جیسے کسی جگہ کا ڈی سی بنادینا یا کمشنر بنادینا، اس طرح کا کام لیا ہے تو معلوم ہوا کہ بات وہی صحیح تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے اور وہ فرماتے تھے یہ مُؤَوِّلِیْن ہیں ان کو غلط فہمیاں ہوئی ہیں اشکالات ان کے دماغوں میں گھسے ہوئے ہیں غلط قسم کے تو یہ اہلِ تاویل ہیں یعنی انہوں نے مسئلے نکالے اور مسئلوں میں ٹھوکریں کھائیں مسئلہ کی سمجھ میں ٹھوکر کھا رہے ہیں یہ لوگ ! تو ان لوگوں کو مارا نہیں جاسکتا، ان کا علاج اور طرح سے کیا جائے سمجھایا جائے بات کی جائے گفتگو کی جائے کچھ کہا جائے اور مارنے کی بات جہاں تک ہے جب وہ ماریں تو ہم ماریں گے ورنہ نہیں، پہل ہم نہیں کرتے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی وہیں آنا پڑا ! ؎

فقہائے اُمت کی رائے :

اب اس کے بعد فقہاءِ کرام کا درجہ آتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں امام مالکؒ ہیں، امام شافعیؒ ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ ہیں، یہی چار مسلک اہلِ سنت والجماعت کے ایسے بن گئے جو کہ دنیا میں آج رائج ہیں قدرتی طور پر، کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی سوائے اس کے کہ اللہ کی مرضی یہ ہے ورنہ ان جیسے ان کے دور میں اور بھی تھے بہت، بہت لوگ تھے امام ابوحنیفہؒ کے دور میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی تھے جو حضرت امام صاحبؒ کے تقریباً ہم پلہ علماء شمار کیے جاتے تھے، صحابہ کرام کو دیکھے ہوئے ہیں یا علماً اتنے بڑے ہوں لیکن چلا ان کا مسلک ! اب ان چاروں نے یہی فیصلہ کیا کہ جو کچھ لڑائی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ صحیح ہے وہ حجت ہے ہم سب کا مسئلہ وہی ہے باقی کسی نے جو کیا اُس کو نہیں چھیڑتے وہ صحیح کیا ہے یا غلط کیا، جو کچھ بھی کیا اس کے بارے میں سکوت کرو باقی صحیح کیا تھا ؟ صحیح وہی تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا یا حکم دیا زبان سے، وہ صحیح ہے تو سب ائمہ اَربعہ کا یعنی پوری دنیا کے مسلمانوں کا یہی اتفاق ہے کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات تھی یا باتیں تھیں اور جو جو انہوں نے باغیوں کے ساتھ معاملات کیے حکم دیا، یہ کیا وہ کیا، وہی ہیں باغیوں کے احکام، باغیوں کا مال

؎ قبل اَزیں بعض اوقات حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے فتویٰ بھی طلب کیا (کتاب الام ج۶ ص ۱۳۸)

نہیں لُوٹا ، اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو چھوڑ دیا جائے گا ، بھاگ جائیں تو جانے دو ، دروازہ بند کر لیں چھوڑ دو ، وغیرہ وغیرہ ! یہ احکامات جتنے بھی انہوں نے دیے وہ کتابوں میں سب منقول ہیں اور سب ان سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کیا ، باقی حضرات کا نام لیا ہی نہیں جاتا اور دوسرے حضرات پر حکم بغاوت کا لگایا گیا کیونکہ احکام باغیوں کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملات سے لیے گئے ہیں تو دُوسرے حضرات کو بغاوت (کرنے والوں) میں شمار کیا گیا ہے گویا ! !

اب حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی بات آپ دیکھیں کہ والد کو دیکھا تو یہی کرتے دیکھا کہ انہوں نے خونریزی میں پہل نہیں کی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بالکل ہی ختم کر دیا تھا معاملہ (اپنے حق سے دست بردار ہی ہو گئے تھے) ! پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ختم کر دیا خونریزی کو بلکہ انہوں نے اُن لوگوں سے بھی کام لیا جنہیں کہا جائے کہ دمِ عثمانؓ میں شریک تھے ! حضرت عثمانؓ کی بغاوت کرنے والے جو جتھے تھے اُن میں بھی دو آدمیوں کے میں نے نام دیکھے ہیں ، باقی کے تو نام بھی معلوم نہیں ہو سکتے ، ناممکن ہے ، نام تو معلوم چیدہ چیدہ لوگوں کے ہوتے ہیں ! ان دو سے تو کام لیا ہے اُنہوں نے ، معاف کرنا تو الگ بات ہے ، کام لینا الگ بات ہے ، معافی سے بڑی چیز ہو گئی کام لینا کہ اعتماد کیا ! اب جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے (اپنے بڑوں کا یہ طریقہ) دیکھا تو اُن کے تو خیال میں بھی نہیں تھا کہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جائے گی کہ یہ مار دیں گے ، شہید کر دیں گے اور میری بات نہیں مانیں گے وغیرہ وغیرہ ! یہ اُن کے گمان میں نہیں تھا کیونکہ وہ دور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ختم ہوا تھا جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ سب کو اُنہوں نے چھوڑ رکھا تھا معاف کر رکھا تھا اور اُنہیں معاف کرنا پڑا ، مسئلہ بھی یہی تھا تو ان کے خیال میں بھی یہ بات نہیں تھی مگر اِن خدا کے بندوں نے اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی ! !

حضرت حسینؓ کو بیعت پر مجبور کرنا عزتِ نفس کے خلاف تھا :

اب آپ بتایئے اُن کو اِس چیز پر مجبور کرنا کہ نہیں آپ پہلے بیعت کریں تو پھر ہم سوچیں گے کیا یہ درست ہے ..... ؟ مگر اِن کا انکار کرنا یہ بالکل درست ہے ، عزتِ نفس کے اعتبار سے انسان کو

حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عزت کا دفاع کرے مَنْ قُتِلَ دُوْنَ عِرْضِہٖ فَھُوَ شَھِیْدٌ [1] جو آدمی اپنی آبرو کی بات پر اگر مار بھی دیا جائے تو وہ شہید ہے ! مال کی حفاظت کر رہا ہے اور مار دیا گیا وہ بھی شہید ہے آبرو تو مال سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے، انہوں نے کہا کہ یہ میں نہیں کروں گا ! انہوں نے گرفتار کرنا چاہا انہوں نے گرفتاری بھی نہیں دی ! اور انہوں نے حملہ میں پہل بھی کر دی تو (جواباً) ان کے لیے دفاع بزورِ تلوار بھی جائز ہو گیا ! اب ان کے بارے میں یہ جملہ کہنا کہ وہ اپنے نانا کی تلوار سے مارے گئے ہیں یہ خلافِ واقع ہے خلافِ تحقیق ہے ! ایسے ہی جذباتی جملے ہیں جو ناصبی لوگ کہا کرتے ہیں، یہ جملہ حقیقت کے بالکل خلاف ہے اور مسائل کے اعتبار سے صحیح پہلو وہی ہے جو کہ حسین رضی اللہ عنہ کا بنتا ہے اور اُن کو کسی نے بھی غلطی پر نہیں کہا ! !

ائمہ اَربعہؒ کی رائے :

اس کے بعد دیکھا جائے گا فقہاء کو، امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو کہتا ہو کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فلاں غلطی کی یا اُن کے احترام میں کوئی کمی لائے ہوں ! یہ بھی نہیں ہوا بلکہ ان کا عمل یا جو بات ان کی زبان سے نکلی ہے تو اس کو تسلیم کیا ! اور رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کچھ حدیثیں یاد تھیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی، وہ روایات امام احمدؒ نے مسند احمد میں دیں ! !

شرفِ صحابیت :

ایک تو یہی بات ہے کہ وہ صحابی ہیں اور مدمقابل صحابی نہیں ہے، عبید اللہ ابن زیاد جو ہے یہ صحابی نہیں ہے اور عمرو بن سعد بن ابی وقاصؓ جو ہیں یہ عشرہ مبشرہ میں سے بڑے صحابی کے بیٹے ہیں خود صحابی نہیں ہیں اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، صحابی اور غیر صحابی کے مقابلے میں تو صحابی کی تقلید کی جائے گی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (صحابہ میں سے) جس کی بھی پیروی کرو بس ہدایت پر ہو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ [2] جس میں میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں ! تو اِدھر حضرت

[1] فتح المنعم شرح صحیح مسلم ۳۹۲/۵ [2] سنن الترمذی ابواب الایمان رقم الحدیث ۲۶۴۱

امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو صحابی ہیں، یزید تو صحابی نہیں ہے وہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوا ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے رتبہ میں چھوٹا، عمر میں بھی چھوٹا، اور صحابی اور غیر صحابی ہونے میں بھی چھوٹا، ہر اعتبار سے چھوٹا ہے، تو اس کے لیے اور اس کے نائبین کے لیے ایسا معاملہ ان کے ساتھ کرنا درست نہ تھا ! تو پھر اس غلط معاملے کے باوجود یہ کہنا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی غلطی تھی اور وہ اپنے نانا کی تلوار سے شہید ہوئے ہیں یہ بالکل تحقیق کے خلاف ہے ! !

حضرت ابن عمرؓ کی رائے یزیدیوں کے خلاف تھی :

اور حضرت ابن عمرؓ یہ نہ فرماتے کہ مجھ سے پوچھتے ہیں اہلِ عراق کہ احرام کی حالت میں مکھی مارنے پر کیا ہوگا، کیا دینا پڑے گا ؟ ؟ وَقَدْ قَتَلُو ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حالانکہ انہوں نے نواسۂ رسول کو تو ویسے ہی مار دیا شہید کردیا اور مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ مسئلہ کیا ہے مکھی کے بارے میں !

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہ هُمَا رَيْحَانَتَایَ (رَيْحَانِيَ) مِنَ الدُّنْيَا[1] یہ دنیا میں میری ریحان ہیں خوشبو ہیں ! !

''علیہ السلام'' کے جملہ کا استعمال اور اس کی وجہ :

ان کے ساتھ ایک لفظ ''علیہ السلام'' کا میں نے دیکھا علامہ ابنِ قیم جوزیؒ بڑے سخت ہیں بہت متشدد معروف ہیں لیکن اعلام الموقعین[2] وغیرہ ان کی جو کتابیں ہیں ان میں حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت علیؓ اِن حضرات کو ''علیہ السلام'' لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا یہ کوئی پرانی چیز ہے اور میں دیکھ رہا تھا کتابُ الام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہت پہلے کے ہیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ رقم الحدیث ۳۷۵۳

[2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۱ نیز دیکھیں کتاب صفة الصوة تالیف اَبوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی ابن الجوزیؒ متوفی ۵۹۷ھ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تحفۂ اثنا عشریة'' میں جگہ جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر اہلِ بیت کے لیے ''علیہ السلام'' کا جملہ بھی استعمال فرمایا ہے ص ۸ وغیرہ

انہوں نے بھی حضرت علی کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا ہے ۱؎ اس جملہ کا استعمال اصل میں اُن اہلِ سنت میں ہوا جن کا ٹکراؤ ہو گیا نواصب سے تو اُنہوں نے ان کے لیے ایسے جملے استعمال کیے ہیں یا ممکن ہے اور بھی پہلے سے اُنہوں نے اپنے بزرگوں سے اس طرح کے جملے سنے ہوں اور اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی بشارتوں سے بھی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ کی دی ہوئی بشارتیں جو تھیں اُن کا چرچہ صحابہ کرامؓ نے اُس وقت زیادہ کیا جب حضرت علیؓ کی مخالفت بڑھی ہے تو جس صحابی نے جو سنا تھا وہ اُس نے نشر کیا، اس لیے فضیلت والی روایات کی تعداد اِن کے حق میں زیادہ بڑھ گئی تو عام طور پر تو صرف صحابہ کرام کو ''رضی اللہ عنہ'' کہا جاتا ہے ہم بھی یہی استعمال کرتے ہیں اور (عام حالات میں) قصداً ایسے کرنا ہی بہتر ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چونکہ خوارج کہتے تھے سَوَّدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ (معاذ اللہ) یعنی اُن کا منہ کالا ہو، اس لیے جواباً اُس وقت کے اہلِ سنت حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''کرم اللّٰہ وجھہٗ'' کہنا شروع کیا اور اب تک ان کے نامِ مبارک کے ساتھ دونوں طرح کے دعائیہ کلموں کا استعمال کیا جاتا ہے ! !

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام اور تمام اہلِ بیت کی محبت اور اُن کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

۱؎ کتاب الام کو سرسری طور پر دیکھا تو اُس میں یہ چیز نہیں ملی البتہ بخاری شریف ص ۸۶۶ حاشیہ ۲ پر حضرت حسنؓ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور امام احمد بن حنبلؒ کی مسند اَحمد میں ص ۸۸ ج ۶ میں حضرت فاطمہؓ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''علیھما السلام'' کی روایت موجود ہے !

ممکن ہے حضرت اقدس والد ماجدؒ کو اشتباہ ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تفصیل سے تلاش کرنے پر کتاب الام میں اس کا حوالہ مل جائے واللہ اعلم ! (حضرت مولانا سید محمود میاں رحمہ اللہ)

خطباتِ سید محمود میاںؒ

(۷)

محمود الملة والدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ
جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں جمعہ کا بیان فرمایا کرتے تھے جن کی ریکارڈنگ جامعہ کے استاذ مفتی محمد فہیم صاحب کرتے تھے، ان بیانات کی افادیت کے پیش نظر انہیں ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرتؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

نبی علیہ السلام کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ ﴾

عنوانات و نظرثانی : ڈاکٹر محمد امجد

(۱۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / ۱۴؍ مارچ ۲۰۱۴ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

ہجرت کی تیاری :

جب جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو آپ خاموشی سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو لے کر روانہ ہوئے، کفار کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا اور یہ کفار رات کو نبی علیہ السلام کی رہائش گاہ کے اردگرد پہرے دیتے تھے کہ کہیں یہ نکل کر چلے نہ جائیں، اب انہیں جانے نہیں دینا ! بھئی تم انہیں پسند نہیں کرتے تو جانے تو دو، جانے بھی نہیں دینا، قتل کی سازشیں بھی کیں، خیر آپ اللہ کے بھروسہ پر نکلے اللہ کا نام لیا، وہی جو بڑے بڑے فرعون بیٹھے تھے ان پر تھوڑی دیر کے لیے ایسی غفلت اور نیند سی طاری ہوئی کہ آپ ان کے سامنے سے گزر گئے اور ان کو نظر بھی نہیں آئے ! ! ان کے بیچ سے گزرتے ہوئے آپ تشریف لے گئے اور پھر

آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تین دن ایک قریبی غار (ثور) میں رہے ! !

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک صاحبزادے (عبد اللہ رضی اللہ عنہ) تھے وہ بہت ہوشیار تھے وہ یہ کرتے تھے کہ دن میں مکہ مکرمہ میں نظر رکھتے تھے پوری طرح کہ کیا کیا سازشیں بن رہی ہیں ؟ اعلان ہو رہے ہیں کہ نبی علیہ السلام (اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو جو قتل کر کے لائے یا جو گرفتار کر کے لائے انہیں یہ (ہر ایک کے بدلہ میں ایک سو اُونٹ) انعام دیں گے ! یہ ساری خبریں سنتے تھے اور رات کے اندھیرے میں اسی پہاڑ پر جا کر رات نبی علیہ السلام کے ساتھ غار میں گزارتے تھے اور آپ کو دن بھر کی ساری رپورٹ دیتے تھے کہ یہ پروگرام بن رہا ہے اور صبح کو پھر اندھیرے ہی میں نکل کر مکہ آکر ایسے پہنچ جاتے تھے کہ لوگ سمجھتے تھے رات یہیں گزاری ہے، باہر تو نہیں گئے، اس طرح وہ رپورٹ جا کر دیتے تھے ! !

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک آدمی (عامر بن فهيرةؓ جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے) کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی وہ شام کو اندھیرے کے وقت بکریاں لے کر غار کے قریب پہنچ جاتے تھے یہ بھی بڑے راز دار تھے، یہ نبی علیہ السلام کے پاس بکری کا تازہ دودھ لے کر پہنچتے تھے، یہ دو حضرات رات کو دودھ نوش فرماتے تھے اس طرح یہ منصوبہ بنا بڑی احتیاط کے ساتھ، پھر آپ تین دن بعد نکلے !

نبی علیہ السلام کی حفاظت کا غیبی انتظام :

آپ کا پیچھا ہوا، سراغ رساں آپ کا پیچھا کرتے ہوئے آئے کیونکہ جب اعلان ہو گیا تو وہ (سُراقہ بن جعشم) پہنچا اسے کسی طرح سے سن بن ہو گئی کہ کچھ لوگ گئے ہیں فلاں جگہ جا رہے ہیں تو گھوڑا دوڑا کر پہنچ گیا نبی علیہ السلام کے قریب اور وہاں پر تیر مارنے لگا تھا تو اس کا گھوڑا گر گیا اور سخت زمین میں دھنس گیا، اللہ کی طرف سے مدد ہوئی ! اس نے جب دیکھا کہ میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے تو ڈرا نبی علیہ السلام سے کہنے لگا کہ آپ دعا کر دیں کہ میرا گھوڑا نکل جائے، اب میں کچھ نہیں کروں گا اور پوچھنے لگا کوئی کام ہو تو بتائیں ؟ کھانا پیش کیا حالانکہ کافر تھا کہنے لگا جب یہ چیزیں ہوئیں تو میں دل

میں سمجھ گیا کہ یہ تو غالب آکر ہی رہیں گے رعب پڑ گیا اس پر ! ورنہ وہ تو تیر لے کر آیا تھا، کئی دفعہ اس نے تیر نکالا بھی نبی علیہ السلام اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے کے لیے ! !

لیکن نبی علیہ السلام نے شکریہ ادا کیا کچھ چیزیں لے لیں یہ فرمایا کہ بس تم چلے جاؤ اور کسی کو ادھر آنے مت دو ! اور وہ مسلمان نہیں تھا کافر تھا، جب جانے لگا تو اس کے دل میں یہ تھا کہ کبھی نہ کبھی یہ غالب آجائیں گے تو پھر میری خیر نہیں ہے ! تو چلتے وقت کہنے لگا مجھے کوئی امن کا پروانہ لکھ دیجیے ! ایک سرٹیفکیٹ دے دیں کہ ہم تجھے کبھی بھی کچھ نہیں کہیں گے ! ! ہوشیار تھا اسے پتہ چل گیا تھا کہ کبھی نہ کبھی یہ غالب آئیں گے تو میری گردن نہ ماری جائے گی اس لیے ابھی لکھوالو، سرٹیفکیٹ ہوگا تو اس وقت دکھا دوں گا کہ دیکھو تمہارے نبی نے سرٹیفکیٹ مجھے دے رکھا ہے امان کا ! نبی علیہ السلام نے (عامر بن فھیرہؓ کو حکم دیا اور انہوں نے) چمڑے پر لکھ کر دے دیا، وہی وہ لے کر گیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بس کسی کو بھی ہمارا پتہ نہ بتانا ! وہ جہاں بھی جاتا راستے میں آنے والا جو بھی تعقب میں ملتا اس سے کہتا میں دیکھ آیا ہوں ادھر کچھ نہیں، دشمن کے ہی ہاتھوں اللہ نے حفاظت کروائی تو اس طرح جو آتا راستے میں اُسے وہ واپس لے جاتا ! !

نبی علیہ السلام کا مدینہ منورہ میں استقبال :

اُدھر مدینہ منورہ اطلاع ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ روانہ ہو چکے ہیں کسی وقت بھی آجائیں گے وہ جوش میں مدینہ کے مسلمان اوس اور خزرج کے، حَرّا کا ایک میدان ہے مدینہ منورہ کے باہر وہاں پر آکر کھڑے ہو جاتے تھے سارا دن صبح سے شام تک، کسی وقت تشریف لائیں گے تو آپ کا استقبال کرنے کے لیے جیسے لوگ ائیر پورٹ یا ریلوے اسٹیشن پر پہنچتے ہیں اس طرح وہ سب پہنچ جاتے تھے، کڑی دھوپ دوپہر کو ہوتی پھر واپس آتے مایوس ہو کر کہ ابھی تو تشریف نہیں لائے، اب فون تو تھے نہیں موبائل فون، وائرلیس وغیرہ اس زمانے میں، اس خیال میں پہنچتے تھے کہ اب آئے اور اب آئے، بے تابی تھی ان میں کہ اللہ کے رسول اس شہر میں آرہے ہیں رہنے کے لیے، ان کے لیے اس سے بڑی کیا چیز تھی ؟ ؟ ان کی بے تابی اور خوشی کا کوئی انداز نہیں کر سکتا ! پھر گئے اگلی صبح پھر نہیں آئے !

پھر گئے اگلے دن پھر نہیں آئے ! پھر دو پہر کو آکر بیچارے لیٹ جاتے تھے گھروں میں ! !

صلحاء ، صلحاء کا استقبال کیسے کرتے ہیں ؟

ایک دفعہ ایسے ہی ہوا لیٹے ہیں آکر تھک کر، تشریف نہیں لائے تو عین دو پہر کے وقت کوئی یہودی اپنے کسی مکان کے اوپر چڑھا تو اس کی نظر پڑی دور سے اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں وہ ان کے حلیہ سے سمجھ گیا کہ مسلمان جس کے انتظار میں ہیں یہ وہی شخصیت آرہی ہے تو اطلاع تو یہودیوں کو بھی تھی کہ ایسے آنا ہے تو وہ بڑی زور سے وہیں سے چیخا

یَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ هٰذَا جَدُّکُمُ الَّذِیْ تَنْتَظِرُوْنَ [1] ''او مسلمانو ! تمہارے جو بزرگ آنے والے ہیں وہ آگئے'' دور سے چِلّا رہا ہے ! بس مسلمانوں میں سے جس کے کان میں آواز پڑی ایک دم بستر سے اٹھے چارپائی سے اور ہتھیاروں کی طرف لپکے، انہوں نے فوراً ہتھیار اُٹھائے ! ! ہر وقت ہتھیار ساتھ رکھنا قبائل کا دستور رہے، کافر بھی رکھتے تھے، مسلمان بھی رکھتے تھے، یہ دستور ہے جیسے قبائل میں اب بھی ہے ہمارے ہاں صوبہ سرحد (خیبر پختونخوا) اور بلوچستان کے قبائل میں ہتھیار رکھنے کا رواج ہے چاہے دشمنی ہو یا نہ ہو، لڑائی ہو یا نہ ہو، ہتھیار ساتھ رکھیں گے ! اور یہ دستور یہاں بھی ہونا چاہیے، حکومت کو یہ کرنا چاہیے کہ ہر مسلمان کو بندوق کی، گولی کی اور چھوٹی موٹی لڑائی کی تربیت ہو، ہر مسلمان کو تربیت ہونی چاہیے اس کا رعب کافروں اور دشمنوں پر پڑتا ہے کہ یہ لوگ سارے لڑنا بھڑنا جانتے ہیں ان کے تو بچے بچے بھی لڑنا جانتے ہیں ! !

تو اب وہ فوراً نیزوں کی طرف تلواروں کی طرف لپکے کپڑا لپیٹا اور بے تحاشہ خوشی کے مارے حرا کی طرف دوڑے آرہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبر پھیلی کہ وہ تشریف لائے ہیں، بہت خوشی سے جلوس میں لے کر اور خوشی کے نغمے اور ترانے پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو لے کر آرہے ہیں اور سارے خوشی سے سرشار ہیں اور ہر گلی محلے میں آواز آرہی ہے جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ [1] اللہ کے رسول آگئے ، اللہ کے رسول آگئے ، بچہ بھی یہی کہہ رہا ہے ، بچیاں بھی یہی کہہ رہی ہیں ! !

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب هجرة النبی ﷺ رقم الحدیث ٣٩٠٥ ، ٣٩٠٦

اسلام کی سب سے پہلی مسجد کی تعمیر :

اب جب تشریف لائے یہاں تو راستے میں ایک گاؤں پڑتا ہے مدینہ منورہ سے ذرا پہلے اس کا نام تھا ''قبا'' اس گاؤں سے گزرے تو وہاں قبیلہ اوس کا ایک خاندان تھا عَمْرُو بِنْ عَوْف بڑا مقبول اور معروف خاندان عَمْرُو بِنْ عَوْف کے یہاں رک گئے ! انہوں نے روکا کہ یہاں ٹھہریے، آرام کیجیے پھر چلیں گے تو وہاں رک گئے ،کلثوم نام کے شخص جو تھے وہ اس خاندان کے سربراہ تھے عَمْرُو بِنْ عَوْف کے سربراہ کُلْثُوْمْ بِنْ هَدَمْ ہے، انہوں نے اپنے یہاں روکا وہیں ان کی زمین تھی میدان تھا جس میں وہ کھجوریں وغیرہ خشک کرتے تھے، سب سے پہلے وہاں پر نبی علیہ السلام رکے وہیں پر مسجد کا کام شروع ہوا اور مسجد کی بنیاد ڈالی گئی ! سب سے پہلی اینٹ اس کی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے رکھی، دوسری اینٹ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے رکھی، تیسری اینٹ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رکھی، پھر باقی صحابہ نے رکھی، سب نے مل کر مسجد بنائی ! !

مسجد جیسی چیز کا راج مزدور اللہ کا رسول ہوتا ہے، یہ معمولی چیز نہیں ہے مسجد بنانا اس کا کام کرنا اور اس میں حصہ لینا، اسی میں نبی علیہ السلام بھی مزدوروں کی طرح لگے، صحابہ میں کوئی راج بن گیا کوئی مزدور، اینٹیں رکھیں، لپائی کی اور وہاں مسجد بنی، اسی میں نماز پڑھتے رہے، چودہ دن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قبا میں ٹھہرے ابھی مدینہ منورہ تشریف نہیں لائے، قبا سے تین میل کے فاصلے پر مدینہ منورہ تھا، یہاں پر آپ نے چودہ دن قیام فرمایا اُدھر مدینہ منورہ میں انتظار تھا کہ تشریف لائیں گے !

مسلمانوں پر کفارِ مکہ کے مظالم :

اب چودہ دن کے بعد کیا ہوا ؟ ان شاء اللہ پھر بتائیں گے کہ کافروں نے کیا کیا ؟ اور لڑائی کی نوبت کیوں آئی ؟ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے تیرہ سال اُنگلی بھی نہیں ماری کسی کو، برداشت ہی کرتے رہے پھر یہاں آ گئے تنگ آ کر ! آ نے بھی نہیں دیتے تھے، جو بھی گئے پیچھے ان کا تعقب کیا، یہ ان کا ظلم رہا غلاموں کو شہید کیا جو نبی عَلَیْهِ السَّلَامُ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے والد غریب آدمی تھے انہیں شہید کیا، ان کی والدہ کو ان کی شرمگاہ میں ابوجہل نے

نیزہ مار کر شہید کر دیا، یہ وہاں ظلم کرتے تھے ! اور بہت سے ظلم ہیں جو بیان سے باہر ہیں، حضرت بلال حبشی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو آگ کے انگاروں پر لٹا دیا، ان کی کمر پر نشانات تھے جو ہمیشہ کے لیے رہے، کمر کے اندر چربی پگھلتی تھی تو انگارے بجھتے تھے پھر لٹاتے تھے گرم ریت پر یا انگاروں پر، اُمیہ لٹا کر مارتا تھا ظلم کرتا تھا اور وہ ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' کہتے رہتے تھے ''اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے'' ! وہ مارتے، یہ کہتے اللہ ایک ہے ! بہرحال اس کے بعد پھر کیا ہوا ؟ وقت بھی ہوگیا ان شاء اللہ اگلے جمعہ بیان کریں گے، اللہ تعالیٰ عمل کی اور سمجھ کی توفیق عطا فرمائے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے، کچھ طلباء اور کچھ ان کے عزیز واقارب بیمار ہیں اور کچھ وفات پاچکے ہیں دعا کریں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، بیماروں کو شفا عطا فرمائے ! وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۞ ۞ ۞

اہم اعلان

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی شخصیت و خدمات پر انوار مدینہ کی ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے جس میں معاصرین، تلامذہ، متعلقین و محبین حضرات کے تاثرات بھی شامل ہوں گے ! جو حضرات اپنے مضامین و مقالات، تاثرات، تعزیتی پیغامات یا منظوم کلام ارسال فرمانا چاہیں، جلد از جلد درج ذیل پتے، ای میل یا واٹس ایپ نمبر پر ارسال فرما دیں علاوہ ازیں اگر کسی کے پاس شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب یا تحریر موجود ہو تو اسے بھی ارسال فرما دیں ! جو حضرات اپنے تاثرات زبانی بتانا چاہیں، وہ اپنے نام، پتے اور مکمل تعارف کے ساتھ درج ذیل نمبر پر صوتی پیغام (وائس میسج) بھی ارسال فرما سکتے ہیں اگر مضمون، مقالہ، مکتوب یا تاثرات کمپوز شدہ ہوں تو ان کی کمپیوٹر فائل بھی ای میل یا واٹس ایپ فرما دیں تو نوازش اور ادارے کے ساتھ دوہرا تعاون ہوگا

رابطہ : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہٗ (0333-4249302)

استخارہ ..... متعلقات ومسائل

﴿ حضرت مولانا مفتی محمود زبیر صاحب قاسمی، انڈیا ﴾

آب وگل کا یہ خمیر جسے اللہ رب العزت نے آدم کی شکل میں تشکیل دیا اور علم ودانائی، عقل وفراست کی بنا پر مخلوقات میں اشرف اور اپنا نائب مقرر کیا جو آج چاند ومریخ پر کمندیں ڈالنے اور اسے آدم کا نشیمن بنانے اور اپنے علم وتحقیق کی بنیاد پر مخلوقات کے حقائق سے واقف ہونے اور ان کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے لیے کوشاں وسرگرداں ہے ! بعض دفعہ معلومات کی وسعت اور وسائل کی بہتات کے باوجود اُس کو ایسے اُمور، واقعات وحادثات کا سامنا ہوتا ہے جس سے اسے اپنی علمی کم مائیگی اور عقل ودانائی کی محدودیت کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادوں کے باوجود دوسروں کی مدد اور رہنمائی کا محتاج اور منتظر ہو جاتا ہے ! ایک ایسے وقت میں جبکہ انسان تذبذب کا شکار اور رہبری کا طلبگار رہتا ہے اور کسی چیز کے اختیار وانتخاب میں پس وپیش میں پڑ جاتا ہے تو شریعت اسے واہی تباہی اُمور سے بچاتے ہوئے معقول اور پسندیدہ امر استخارہ کی رہنمائی کرتی ہے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حُجة اللّٰہ البالغة'' میں اس کی مشروعیت کی حکمت ومصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وکان اهل الجاهلية اذا عنت لهم حاجة من سفر او نكاح او بيع استقسموا بالأزلام ، فنهى عنه النبى ﷺ لأنه غير معتمد على اصل وانما هو محض اتفاق ، ولأنه افتراء على اللّٰه بقولهم : أمرنى ربى ونهانى ربى ، فعوضعهم ذالك الاستخارة . (حجة اللّٰه البالغة ج ۲ ص۱۹)

''زمانہ جاہلیت میں جب کسی کو سفر، نکاح اور خرید وفروخت جیسے اہم امور پیش آتے تو وہ اِسْتِقْسَامْ بِالْاَزْلَامْ کرتے ! یہ عرب میں رائج ایک طریقہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی اہم کام کا ارادہ کرتا اور مستقبل میں اس سے متعلق بہتری یا خسارہ کو معلوم

کرنا چاہتا تو وہ خانہ کعبہ کے پاس جاتا اُس کے پاس کچھ تیر ہوتے ، وہ ذمہ داران تیروں کی مدد سے اس شخص کو اِس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کی تاکید کرتا ! اس طرح کے کچھ اور طریقے بھی خیر وشر کے معلوم کرنے کے لیے اُن کے درمیان رائج تھے ! نبی کریم ﷺ نے اس جاہلانہ رسم سے منع فرمایا کیونکہ اس کی نہ تو کوئی اصل تھی اور نہ کوئی بنیاد بلکہ اس میں کچھ بھلائی نکل بھی جاتی تو وہ بھی اتفاق ہوتی تھی اور چونکہ اس کے بعد یہ لوگ اس کو خدائی حکم اور فیصلہ سمجھ کر عمل کرتے یا ترک کرتے تھے جس میں ایک گونہ اللہ رب العزت پر بہتان بھی تھا ! تو شریعت نے انسان کی فطری ضرورت اور طبعی میلان وخلجان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ربِ کائنات سے رہنمائی اور استفادہ کا ذریعہ استخارہ کی شکل میں اسے عطا کیا''

استخارہ کی حکمت :

استخارہ کی حقیقت اور اس کی رُوح یہ ہے کہ جب بندہ کسی امر میں متحیر اور متردّد ہوتا ہے اور کوئی صاف اور واضح پہلو شرعی اور عقلی ، معاشی اور دینی طور پر نظر نہیں آتا اور اس کا علم رہنمائی سے قاصر اور عقل بہتر اور صحیح کے انتخاب سے عاجز ہو جاتی ہے تو یہ بندہ اپنی درماندگی اور بے علمی کا احساس واعتراف کرتے ہوئے اپنے علیمِ کل اور قادرِ مطلق مالک سے رہنمائی اور نصرت کا خواستگار ہوتا ہے اور اپنے معاملہ کو رحیم وکریم ذات کے حوالہ کر دیتا ہے کہ جو آپ کے نزدیک بہتر ہو بس اُسی کا فیصلہ اور انتخاب مجھ بندہ کے لیے کر دیجیے ! !

استخارہ کی فضیلت :

استخارہ کی فضیلت واہمیت اور بندوں کو اس کی حاجت وضرورت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ استخارہ کی تعلیم اسی اہتمام سے فرماتے تھے جس اہتمام سے آپ اُن کو قرآنِ کریم کی سورتوں کی تلقین فرمایا کرتے تھے ! !

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِی الْاُمُوْرِ کَمَا یُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ .[1]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے معاملات میں استخارہ اِسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآنِ کریم کی سورتوں کی تعلیم فرماتے تھے''

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ [2]

''استخارہ کرنے والا کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوتا''

کیونکہ اس نے اپنے معاملہ کو ایسی ذات کے سپرد کیا ہے جو ماں سے زیادہ شفیق و مہربان اور باپ سے زیادہ مصلحتوں اور حکمتوں پر نظر رکھنے والا ہے اور خیر خواہ ہے ! اگر ایسی رحیم و کریم ذات سے بھی جس کی جود و سخا اور شفقت و محبت کی نہ تو کوئی عدیل ہے اور نہ مثیل ، کوئی استفادہ نہ کرے تو اُس کی حرماں نصیبی میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے ! جناب نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے

وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ تَرْکُہُ اسْتِخَارَةَ اللّٰہِ . [3]

''آدمی کی بدبختی کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ سے استخارہ کرنا چھوڑ دے''

استخارہ کا مسنون طریقہ :

استخارہ کا طریقہ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے جو سنت کی برکتوں اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی نورانیوں سے معمور ہے، ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

سنن و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل استخارہ کی نیت سے پڑھے پھر خوب اللہ رب العزت کی تعریف و تحمید کرے، اس کے بعد استخارہ کی یہ دعا پڑھے

---

[1] صحیح البخاری باب ماجاء فی التطوع مثنٰی مثنٰی ج ۱ ص ۱۰۰ [2] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۶

[3] سُنن ترمذی ج ۲ ص ۳۷ ، مُسند احمد رقم الحدیث ۱۳۷۶

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّلِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہ. [1]

''یا اللہ میں آپ سے خیر چاہتا ہوں بوجہ آپ کے علم کے ! اور قدرت طلب کرتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کی قدرت کے ! اور مانگتا ہوں میں آپ سے آپ کے بڑے فضل میں سے ! کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں عاجز ہوں اور آپ عالم ہیں اور میں جاہل ہوں اور آپ علام الغیوب ہیں !

یا اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام بہتر ہے میرے لیے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو تجویز کر دیجیے اور آسان کر دیجیے اس کو میرے لیے ! پھر برکت دیجیے میرے لیے اس میں ! اور اگر آپ کے علم میں ہو کہ یہ کام برا ہے میرے لیے میرے دین میں اور معاش اور میرے انجام کار میں ،تو ہٹا دیجیے اس کو مجھ سے اور ہٹا دیجیے مجھ کو اس سے ! اور نصیب کر دیجیے مجھ کو بھلائی جہاں کہیں بھی ہو ! پھر راضی رکھیے مجھ کو اس پر''

جب ھذا الأمر پر پہنچے تو جس کام کے لیے استخارہ کر رہا ہے اس کا خیال کرے !

فقہاء و محدثین فرماتے ہیں کہ استخارہ کی دعا پوری کرنے کے بعد قبلہ رُخ ہو کر باوضو سو جائے ! [2]

علامہ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنے کی بات بھی کہی ہے ! [3]

---

[1] صحیح البخاری ۱/۱۰۰ عن جابرؓ ، مُسند احمد رقم الحدیث ۲۲۴۳۹ عن ابی ایوب انصاریؓ وفیہ ابن لھیعہ

[2] شامی ج۱ ص۳۷۱ [3] عمدۃ القاری ج۳ ص۲۲۵

ملا علی قاریؒ نے اس کے علاوہ پہلی رکعت میں ﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾۱ اور دوسری رکعت ﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ ۲ پڑھنے کا معمول بھی نقل کیا ہے ! ۳

اگر کسی شخص کو کوئی کام اچانک پیش آجائے اور اُسے اتنی مہلت نہ ہو کہ وہ مذکورہ بالا طریقہ پر استخارہ کر سکے تو وہ صرف دعا پر بھی اکتفا کر سکتا ہے ! ! ۴

استخارہ کا نتیجہ :

یہ ایک اہم مسئلہ ہے ، اس سلسلہ میں لوگ عموماً پریشانی اور اُلجھن کا شکار رہتے ہیں کہ استخارہ تو کرلیا گیا لیکن ان پہلوؤں میں سے کس پہلو کا انتخاب ہمارے حق میں نافع اور کامیابی کا ضامن ہوگا، اس کو کیسے پہچانا اور جانا جائے اور کن علامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتخاب اور عمل درآمد کیا جائے ؟ اس سلسلہ میں دو طرح کی رائے ملتی ہیں :

(۱) ایک یہ ہے کہ نفسِ استخارہ کافی ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے آدمی جس کسی پہلو کو اختیار کرے گا ان شاء اللہ خیر اُسی میں ہوگی ! کیونکہ استخارہ ایک دعا ہے، بندہ اپنے پروردگار سے استخارہ کے ذریعہ درخواست کرتا ہے کہ اللہ اس کے حق میں خیر اور بھلائی کو مقدر فرمائے تو ضرور اللہ اس کے حق میں بہتری اور اس کے حال کے مناسب اَمر کو اُس کے لیے منتخب اور سہل فرما دیتے ہیں ! !

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد دل کا میلان اور رُجحان جس پہلو پر ہو اُسی کو اختیار کرنا چاہیے ! اس رائے کی تائید ایک ضعیف حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن سنیؒ نے روایت کیا ہے

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا هَمَمْتَ فَاسْتَخِرْ رَبَّكَ سَبْعًا ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الَّذِىْ يَسْبِقُ اِلٰى قَلْبِكَ فَاِنَّ الْخَيْرَ فِيْهِ . ۵

---

۱ سورۃ القصص : ۶۸ ۲ سورۃ الاحزاب : ۳۶ ۳ مرقاۃ المفاتیح ج۳ ص۲۰۶

۴ اصلاحی خطبات ج۱۰ ص۱۳۹ ۵ معارف السُنن ج ۴ ص۲۷۸

''حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات (متفرق اوقات میں) استخارہ کرلو پھر جس چیز کی طرف تمہارا ذہن متوجہ ہو اُسی کی طرف توجہ کرلو کیونکہ خیر اِسی میں ہے''

علماء کی ایک بڑی تعداد نے اس رائے کو اختیار کیا ہے ! [1]

استخارہ میں خواب دیکھنا ضروری نہیں ! اگر کسی کو خواب آجائے تو یہ اُس کے قلبی رجحان کے لیے مددگار ثابت ہوگا ! چنانچہ مشائخ اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں سفید یا سبز رنگ کی چیز دیکھ لے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس معاملہ میں خیر ہے اور اگر کالا یا سرخ رنگ دیکھ لے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس کام سے اجتناب اور پرہیز کرے ! !

استخارہ کن اُمور میں کیا جائے ؟

استخارہ ایسے معاملوں میں کیا جائے گا جس کے مفید اور درست پہلو سے انسان واقف نہ ہو ! اگر وہ معاملہ ایسا ہو جس کی بھلائی سے انسان واقف ہو جیسے عبادت اور دیگر احکام شرعیہ یا پھر اُس کی برائی اُس پر واضح ہو مثلاً گناہ کے کام اور منکرات تو ان اُمور میں استخارہ کی حاجت ہے ہی نہیں ! کیونکہ صحیح یا غلط تو واضح اور ظاہر ہے ! استخارہ جائز اور مباح چیزوں میں کیا جائے گا نیز ایسے واجبات میں بھی کیا جاسکتا ہے جس میں وقت اور کیفیت کی کوئی قید نہ ہو تو اُن کے وقت اور کیفیت کے سلسلہ میں استخارہ کیا جاسکتا ہے ! ! [2]

دوسری بات یہ ہے کہ ہر جائز اور مباح کام میں بھی استخارہ نہیں کیا جائے گا ! بلکہ ایسے امور میں استخارہ کیا جائے گا جو کبھی کبھار پیش آتے ہیں اور جس کے لیے اہتمام بھی کیا جاتا ہو جیسے سفر، نکاح وغیرہ ! لیکن ایسے اُمور جو ہمیشہ لاحق رہتے ہوں اور اُن کے لیے کوئی اہتمام بھی نہ کیا جاتا ہو

---

[1] عمدة القاری ۴/۲۲۵ ، مرقاة المفاتیح ۳/۲۰۶ ، بذل المجهود ۲/۳۶۶ ، معارف السنن ۴/۲۷۸ ، بحر الرائق ۲/۵۲ ، شامی ۱/۴۶۱ ، اعلاء السنن ۷/۴۲ ، معارف الحدیث ۳/۳۶۵

[2] حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۳۹۸

مثلاً عادۃً کھانے اور پینے کی چیزیں ! تو اِن اُمور میں استخارہ نہیں کیا جائے گا المراد بالأمر ما یعتنی بشأنه ویندر وجوده .[۱]

نمازِ استخارہ کن اوقات میں پڑھی جائے ؟

احادیثِ شریفہ میں نمازِ استخارہ کے لیے کوئی خاص وقت وارد نہیں ہوا لٰہذا نمازِ استخارہ اُن اوقات کے علاوہ جن میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کسی بھی وقت ادا کی جاسکتی ہے ![۲]

البتہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے شرح الشریعہ کے حوالے سے مشائخ سے سنی ہوئی یہ بات نقل کی ہے کہ ''اس کے پڑھنے کے بعد باوضو سو جائے'' اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نمازِ استخارہ سونے سے قبل ادا کرنا مجرب اور نافع ہے وفی شرح الشریعة ، المسموع من المشائخ ان ینام علی طهارة مستقبل القبلة بعد قراء ة الدعاء المذکور.[۳]

استخارہ میں تکرار :

اگر کسی کو ایک دفعہ استخارہ کرنے سے کسی ایک پہلو پر دلی رجحان حاصل نہ ہو تو ایسا شخص رجحان حاصل ہونے تک استخارہ کرتا رہے ! چنانچہ علامہ عینیؒ نے امام نوویؒ کی کتابُ الاذکار سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انسان تین دفعہ استخارہ کرے کیونکہ حضور ﷺ سے تین دفعہ دعائیں کرنا ثابت ہے ! ![۴]

بعض حضراتِ علماء نے حضرت انسؓ سے مروی روایت کی بناء پر سات دفعہ استخارہ کرنے کو پسند کیا ہے ! وینبغی ان یکررها سبعًا لماروی ابن السنیؒ عن انسؓ .[۵]

لٰہذا اگر کسی کو دلی میلان حاصل نہ ہو تو وہ تین دفعہ استخارہ کرے، اگر پھر بھی حاصل نہ ہو تو سات دفعہ کرلے اور سات دفعہ کرنا بہتر ہے کیونکہ سات میں تین داخل ہے لیکن اگر کوئی تین ہی دفعہ کرے تو اس کو سات تو نہیں مل سکتا لٰہذا ایسے انداز پر عمل کرنا جس میں دونوں صورتیں مل جائیں اور دونوں طرح کی

---

[۱] بذل المجهود شرح ابی داؤد ج۲ص۳۶۶ [۲] مرقاة ج۳ص۲۰۶ ، عمدة القاری ج۴ ص۲۲۴
[۳] شامی ۱/۳۴۱ ، معارف السنن ۳/۲۷۸ [۴] عمدة القاری ۳/۲۲۵ [۵] بذل المجهود ۲/۳۴۴

آراء پر عمل ہو جائے زیادہ مناسب ہے ! بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر اس کام میں تاخیر کی گنجائش ہو تو جب تک دل کا جھکاؤ کسی ایک پہلو پر نہ ہو جائے استخارہ کرتا رہے ! ! [1]

نتیجۂ استخارہ کا شرعی حکم :

استخارہ کرنے کے بعد جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اس پر عمل کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی سنت ! لیکن اگر کسی ایک جانب پورا رجحان ہو جائے اور اس میں اپنی ذاتی خواہش کا کوئی دخل نہ ہو تو اس صورت میں اس چیز کو اختیار کرلے کیونکہ اللہ نے ہمارے حق میں جو چیز متعین ومقدر کی ہوگی وہ ہمارے حق میں ضرور بہتر ہوگی ! ! [2]

کسی شخص کا دوسرے کے لیے استخارہ کرنا :

بندہ اپنی ناقص تلاش وجستجو کے بعد لکھتا ہے کہ احادیث میں کسی اور سے استخارہ کروانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا ! اس سلسلہ میں بندہ نے جن اکابر علماء سے رجوع کیا اُن حضرات نے بھی کسی کتاب میں اس مسئلہ کے موجود ہونے سے متعلق اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا البتہ بعض حضراتِ علماء کا خیال یہ ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہیے، دلیل یہ ہے کہ استخارہ میں بندہ اللہ رب العزت سے خیر اور بھلائی کا خواستگار ہوتا ہے جو کہ ایک دعا ہے ! اور دعاء کی درخواست کسی سے بھی کی جاسکتی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا تھا ! !

درحقیقت استخارہ طلبِ خیر ہی کا نام ہے اور دعا جس طرح خود کرسکتا ہے اسی طرح دوسروں سے بھی کرواسکتا ہے لیکن جب ہم استخارہ سے متعلق احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو آنحضرت ﷺ خود استخارہ کے ضرورتمند کو اِس بات کا حکم فرمارہے ہیں کہ وہ استخارہ کرے چنانچہ حضرت ابواَیوب انصاریؓ کو آپ نے بذاتِ خود استخارہ کرنے کی بات کہی ہے ! ! [3]

---

[1] عمدة القاری ج۴ ص۲۲۵ [2] امداد الفتاوٰی ج۱ ص۵۹۹ ، ۶۰۱ [3] مُسند احمدؒ رقم الحدیث ۲۲۴۹۱

نیز حضراتِ صحابہؓ میں سے کسی نے حضور ﷺ سے یہ کہا ہو کہ آپ ہمارے لیے استخارہ فرمادیں ! اس کا بھی بندہ کو کوئی ثبوت نہیں مل سکا ! اور نہ فقہاء نے ہی اس طرح کی بات کی کہ کوئی غیر کسی کے لیے استخارہ کر رہا ہو تو اُس وقت وہ متکلم کے صیغوں کی جگہ کیا کہے ؟

اس سے کم از کم یہ معلوم ہوتا ہے کہ استخارہ عن الغیر (کسی دوسرے کا استخارہ کرنے) کا اسلاف میں کوئی وجود نہ تھا ! یا یہ کہ وہ کسی نہ کسی اعتبار سے معاملہ سے متعلق ہوتے تھے، اس صورت میں درحقیقت یہ استخارہ عن الغیر (کسی دوسرے کا استخارہ کرنا) نہیں بلکہ استخارہ عن النفس (خود ضرورت مند کا استخارہ) ہو جائے گا ! لہٰذا بعض حضراتِ علماء نے یہ نقطہ نظر بھی بیان کیا ہے کہ استخارہ عن الغیر درحقیقت استخارہ عن النفس ہے کیونکہ وہ شخص اس معاملہ کو کسی اعتبار سے اپنے سے جوڑ کر ہی استخارہ کرتا ہے ! لہٰذا وہ اسی کی ذات کے لیے استخارہ ہوا، مثلاً والدین جب اپنی اولاد کی شادی کے سلسلہ میں استخارہ کریں گے تو ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ مدِ مقابل ہماری اولاد کے لیے مناسب ہوگا کہ نہیں ؟ ہمیں اس معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے ؟ اس کو قبول کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا یا رد کرنا ! اس معاملہ میں خود اُن کی ذات تردّد کا شکار ہے اور استخارہ تردّد کے لیے ہے ! دوسرے نقطہ نظر کے اعتبار سے استخارہ کرنے والا کسی نہ کسی درجہ میں بذاتِ خود اس معاملہ سے متعلق اور اس میں متردّد ہو، ایسا نہ ہو کہ کسی ایسے شخص سے جس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق ہی نہ ہو، استخارہ کروائے ! !

موجودہ حالات کے تناظر میں اس سلسلہ میں ایک مسئلہ بہت اہمیت کا حامل ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ بعض لوگ فون یا دیگر مواصلاتی ذرائع سے کسی بزرگ یا مذہبی شخصیت سے اپنے کام کے متعلق استخارہ کی درخواست کرتے ہیں اور وہ بزرگ یا صاحب اس مسئلہ اور کام کو سننے کے فوراً بعد ہی اپنا جواب مرحمت فرمادیتے ہیں جیسا کہ QTV پاکستان میں یہ طریقہ رائج ہے، اس کی دو کیفیتیں ہو سکتی ہیں :

(۱) ایک تو یہ کہ بغیر کسی طلبِ خیر کی دعا اور توجہ اِلی اللہ فوراً ہی جواب دے دیا جائے، تو اس صورت کو استخارہ نہیں کہا جائے گا ! کیونکہ استخارہ اللہ سے اپنے حق میں بھلائی اور خیر کے مقدر کرنے کو مانگنے

کا نام ہے ! اور یہاں اللہ سے مانگنا پایا ہی نہیں گیا تو اس کو استخارہ کیسے کہا جائے گا ! بلکہ اگر کوئی شخص اس عمل کے بعد یہ عقیدہ اور اعتقاد رکھے کہ میرے معاملہ میں انتخاب اور فیصلہ اللہ نے کیا ہے تو یہ اِفْتِرَاء عَلَی اللّٰہِ (اللہ پر بہتان باندھنا) ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا ! چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب اللہ ربُ العزت سے خیر اور بھلائی مانگے بغیر اپنے آباؤ اجداد کے متعین کردہ خیر وشر کے چند معیارات کی بنیاد پر اس معاملہ کا فیصلہ کر لیتے اور اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے کہ مجھے میرے رب نے یہ کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے ! ! (حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۱۹)

(۲) دوسری کیفیت یہ ہو سکتی ہے کہ جواب تو فوراً ہی دیا جاتا ہو لیکن سائل کو کسی ایک متعینہ صورت کے منتخب کرنے کے متعلق جواب دینے سے قبل اللہ سے خیر اور بھلائی کی دعا مانگ لی جاتی ہو، یہ صورت پہلی صورت کے مقابلہ میں کسی حد تک درست تو ہے لیکن اس میں دو طرح کی خرابیاں ہیں :

(الف) ایک تو یہ کہ آپ کے دل کا نفسانی دباؤ سے بچتے ہوئے کسی ایک طرف مائل ہونا جواب دینے کے لیے ضروری ہے ! اور ایسا ہر دفعہ اور ہر سوال کے جواب میں ہونا ضروری نہیں ہے، ورنہ تین دفعہ اور سات دفعہ استخارہ کی بات کیوں آتی ؟ جبکہ کوئی بھی معاملہ استخارہ کے بعد ایک ہی لمحہ میں حل ہو جاتا ؟

(ب) دوسری بات یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور آپ سے منقول استخارہ کے طریقہ کے مطابق نہیں ہے ! ! اس رواج کے عام ہونے کی وجہ سے ایک خرابی یہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ بذاتِ خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسروں سے استخارہ کروانے کو ہی شرعی طریقہ سمجھنے لگے ہیں جبکہ حضور ﷺ کی تعلیمات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول خود ضرورت مند شخص کے استخارہ کا تھا ! !

بہرحال مناسب اور مسنون عمل یہ ہے کہ انسان خود استخارہ کرے ! اگر کوئی معاملہ بہت اہم ہو اور کسی پہلو پر میلان بھی نہ ہو رہا ہو یا نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو تو پھر ایسے لوگوں سے جو اِس معاملہ سے کسی نہ کسی حد تک متعلق ہوں اور اُن کی بزرگی و شرافت بھی مسلَّم ہو، استخارہ کروایا جا سکتا ہے اور ان حضرات کو بھی چاہیے کہ استخارہ اس طریقہ پر کریں جس کی آنحضرت ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے !

(بشکریہ ماہنامہ ندائے شاہی، مراد آباد انڈیا)

درسِ حدیث (۷) اسلامی مارشل قوانین (حصہ پنجم)

محمود الملة والدّین شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' کے تحت ہونے والی مجلس ذکر کے بعد ہر اتوار بعد نمازِ مغرب درس حدیث دیا کرتے تھے جن کی ریکارڈنگ جامعہ کے استاذ مفتی محمد فہیم صاحب کرتے تھے، ان دروس کی افادیت کے پیش نظر اِن دروس کو ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرتؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری ومقبول فرمائے، آمین (ادارہ)

عین لڑائی میں جب کافر رشتہ دار سامنے آجائے !

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ ﴾

عنوانات و نظر ثانی : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہٗ

(۱۵ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ / ۱۶فروری ۲۰۱۴ء)

۞ ۞ ۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

کچھ لوگ جو مسلمان ہیں جہاد کے لیے گئے اور کافروں کی صف میں اس کے رشتہ دار بھی ہیں اگر رشتہ داروں سے لڑائی کے دوران سامنا ہو جائے تو رشتہ داروں سے لڑائی میں کیا معاملہ کرے گا ؟ یہ فوجی ضابطہ ہے اور بین الاقوامی بھی بن گیا، وہ دارالحرب میں ہے یہ دارالاسلام میں ہے، مسلمانوں کے ملک میں ہے وہ کافروں کے ملک میں ہے، یہ بین الاقوامی معاملات آرہے ہیں

اگر لڑائی کے دوران مقابلہ پر ذی محرم کافر رشتہ دار سامنے آجائے تو کیا حکم ہے ؟

امام محمد رحمة اللہ علیہ اپنی کتاب اَلسِّیَرُ الکَبِیْر میں بَابُ قَتْلِ ذِی الرَّحِمِ الْمَحَرَّمِ کے ذیل میں ایک اصول بتلا رہے ہیں فرماتے ہیں

وَلَا بَأْسَ بِاَنْ يَّقْتُلَ الرَّجُلُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كُلَّ ذِىْ رَحِمٍ مُحَرَّمٍ مِنْهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يَبْتَدِئُ بِهٖ یہ ضابطہ آرہا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی آدمی ذی رحم محرم کو جو مشرکین میں سے آیا ہے اس صف میں ان کو قتل کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں ہے ! کیونکہ وہ (کافر) لڑنے ہی تو آیا ہے قتل کرنے آیا ہے ! تو اب جب لڑائی ہو رہی ہے اور سامنے وہ آ گیا رشتہ دار ذی رحم محرم ہے تو ابتداًء مسلمان اسے بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ وہ (کافر) تو لڑنے ہی کے لیے آیا ہوا ہے اب اس کی تلوار کی زد میں یا اس کی گولی کی زد میں وہ (کافر) آ گیا تو (یہ مسلمان) مار دے گا ! یہ نہیں کہ وہ مارے تو یہ مارے اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کے انتظار کا اتنا وقت ہی نہیں ہوتا اگر اسے موقع دیا تو بس وہ وار کر جائے گا، ختم ہو جائے گا، تلوار ہے، خنجر ہے، تیر ہے، بندوق ہے، گولی ہے، یہ آلہ لا تلبث ہے یعنی یہ ایسا ہتھیار ہے کہ جو مہلت نہیں دیتا ! اگر آپ کے ہاتھ موقع آیا ہے ضائع کر دیا تو پھر اُس کا داؤ چلے گا پھر آپ کے ہاتھ سے معاملہ نکل گیا ! !

اگر لڑائی کے دوران مقابلہ پر کافر والد سامنے آجائے تو کیا حکم ہے ؟

اِلَّا الْوَالِدَ خَاصَّةً اس کا استثنٰی ہے خاص طور پر سوائے باپ کے کہ باپ اگر سامنے آ گیا دشمنوں کی صف میں باپ لڑ رہا ہے اور لڑتے لڑتے اس کا اور اس کا آمنا سامنا ہو گیا تو اب کیا کرے ؟

اب اس کا اصول بتا رہے ہیں، پورا طریقہ بتا رہے ہیں ترکیب بتا رہے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کتنا مہذب مذہب ہے اور اس میں ایک ایک چیز کی تفصیل ہے کہ ان کا یہ اور ان کا یہ، سوائے والد کے کیونکہ فَاِنَّهٗ يُكْرَهُ لَهٗ اَنْ يَّبْتَدِئَ وَالِدَهٗ بِذٰلِكَ اس کے حق میں ناپسند کیا گیا ہے کہ والد کو قتل کرنے میں پہل کرے ! چاہے وہ کافر ہے لیکن وہ باپ ہے، اس کو ناپسند کیا گیا ہے، اتنے اعلیٰ اخلاق ہیں اسلام کے ! !

وَكَذٰلِكَ جَدَّهٗ مِنْ قِبَلِ اَبِيْهِ اَوْ مِنْ قِبَلِ اُمِّهٖ وَاِنْ بَعُدَ یہی حکم دادا کا ہے اور یہی حکم نانا کا ہے کہ وہ بھی باپ ہی کے درجے میں ہے، اگر دادا یا نانا سامنے آ گیا ہے تو بھی ان کو قتل کرنے میں پہل نہیں کرے گا، اقدام نہیں کرے گا وَاِنْ بَعُدَ اگرچہ وہ دادا ہے یا پردادا ہے یا سکڑ دادا ہے، دور کا بھی،

کہ نہیں، یہ تو میرے دادا کا دادا ہے اسے کیا ؟ نہیں، یہ بھی باپ کی طرح ہے اصل ہے ! تو چاہے وہ بھی ہو ! اور اسی طرح وہ دادا نانا کا نانا ہو یا نانا کا والد ہو تو وہ اس کا پرنانا ہو گیا ان کا بھی یہی حکم ہے کہ باپ کی طرح ان پر قتل کے لیے ہاتھ دراز نہیں کرے گا ابتداء میں اِلَّا اَنْ یَّضْطُرَّہٗ اِلٰی ذٰلِکَ مگر یہ کہ وہ اس کو اس چیز کی طرف مجبور کر دیں یہ حالت آرہی ہے آگے کہ اس میں پھر یہ مجبور ہو کر اگر اسے اقدام کرنا پڑے تو اس صورت میں یہ کرسکتا ہے ورنہ حتی المقدور بچے گا کہ باپ میرے ہاتھوں قتل نہ ہو ! اس کی کوشش کرے گا، دادا نانا میرے ہاتھوں قتل نہ ہوں اس کی بھرپور کوشش جاری رکھے گا آخر دم تک !

باپ دادا کو قتل نہ کرنے کی دلیل ؟

اب اس کی آگے تفصیل بتا رہے ہیں اب یہ ایک اصول تو بتا دیا کہاں سے آئے ؟ قرآن میں ہے، دلیل قرآن کی، نقلی دلیل بھی دیں گے ایک بات بتا رہے ہیں اور آگے عقلی دلیل بھی دیں گے کہ عقلاً بھی ہے اور نقلاً بھی ہے ! نقلاً کہاں سے آ گیا قرآن میں یہ حکم ؟

ان حضرات نے محنت کی ہے، ساری چیزیں اس میں موجود ہیں، فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا﴾ اور ماں باپ کے ساتھ دنیا میں اچھے طور پر گزار ! مصاحبت کر ان کے ساتھ رہ اچھے طور سے فَاِنَّ الْمُرَادَ ھُمَا سے کیا مراد ؟ اَلْاَبَوَانِ اِذَا کَانَا مُشْرِکَیْنِ ماں باپ مراد ہیں جب کہ وہ مشرک ہوں ! کیسے پتہ اس سے مراد ماں باپ ہیں جو مشرک ہوں ؟ امام صاحبؒ فرماتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے بِدَلِیْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی ﴿ وَاِنْ جَاھَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ﴾[1] اس آیت سے پہلے یہ مضمون ہے اور یہ کافروں کے بارے میں ہی ہے کہ خدانخواستہ اگر وہ دونوں زور لگائیں تجھے کفر کروانے کے لیے کہ کافر بن جا، مشرک بن جا تو ان کی اطاعت نہیں کرنی ! گالی بھی نہیں دینی، مار دھاڑ بھی نہیں کرسکتا، بس اطاعت نہیں کرسکتا ایسے معاملات میں اور ﴿ وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ﴾ سے مسئلہ نکالا ہے اور اس سے استنباط کیا ہے وَلَیْسَ مِنَ الْمُصَاحَبَۃِ بِالْمَعْرُوْفِ اَلْبِدَایَۃُ بِالْقَتْلِ اور قتل میں پہل کرنا یہ مصاحبت

[1] سورۃ لقمان : ۱۵

مُصَاحَبَتْ بِالْمَعْرُوْف نہیں ہے ! قرآن نے کہا ہے مُصَاحَبَتْ بِالْمَعْرُوْف کر، اچھی طرح ان کے ساتھ وقت گزار، زندگی ان کے ساتھ بہتر انداز میں گزار، اب قتل میں پہل کرنا مُصَاحَبَتْ بِالْمَعْرُوْف نہیں ہے اس لیے نہیں کر سکتا یہ مکروہ ہے ! !

وَاَمَّا اِذَا اضْطَرَّہُ اِلٰی ذٰلِکَ اگر وہ اس کو مجبور کر دیں اس پر، چڑھا ہی آ رہا ہے تلوار ہے اور ایسے آ رہا ہے حملہ کر رہا ہے کہ قتل کر دے گا بیٹے کو، اگر اس نے اسے نہ روکا، پیچھے نہ کیا، ہاتھ نہ پکڑا، تلوار کا وار نہ روکا یا تلوار کا وار نہ کیا، یہ بھی شکل ہے کہ تلوار کا وار ہی کروں گا تو بچ سکتا ہوں ورنہ نہیں بچ سکتا، ورنہ میں نہیں یا یہ نہیں، ایسی صورت اگر ہو گئی تو ! بڑا مشکل کام ہے صحابہ کرام کو اللہ جزائے خیر دے امتحانی مراحل سے گزر گئے ورنہ ذرا سا ماں باپ اور گھر میں لڑائی جھگڑا ہو دماغ خراب ہو جاتا ہے ہوش اُڑ جاتے ہیں آدمی کے، نیند بھی اُڑ جاتی ہے فَهُوَ يَدْفَعُ عَنْهُ نَفْسَهُ اگر وہ اسے مجبور کرے تو یہ جہاں تک ہو اپنے آپ سے اس کو دفعہ کرے اس کے وار کا بچاؤ کرے وَهُوَ مَاْمُوْرٌ بِالْبِدَايَةِ بِنَفْسِهٖ فِی الاِحْسَانِ اِلَيْهَا اب دو باتیں آ گئیں، ایک اس کی اپنی جان اور ایک باپ کی جان ! اب وہ اس کو مارنا چاہتا ہے وہ ڈرتا ہے، یہ نہیں ہے یا وہ نہیں ہے، دو چیزیں آ گئیں، اب اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے یا اپنی ذات کے ساتھ اچھا معاملہ کرے ؟ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے کہ اسے کچھ نہ کہے چاہے وہ اسے مار ہی دے یا اپنے کو بچانے کے لیے اگر اسے کچھ کہنا پڑتا ہے تو کیا کہے، دو چیزیں ہو گئیں، اگر اس کو روکتا ہے اور ختم کر دیتا ہے تو اپنے ساتھ احسان ہو گیا ! اور اگر اس کو موقع دے دیتا ہے اور خود مارا جاتا ہے تو اس کے ساتھ احسان ہو گیا ! دو چیزیں ہیں !

عقلی دلیل :

تو فرماتے ہیں، بہت عمدہ دلیل دیتے ہیں یہ عقلی دلیل دے رہے ہیں کہ وَهُوَ مَاْمُوْرٌ بِالْبِدَايَةِ بِنَفْسِهٖ فِی الْاِحْسَانِ اِلَيْهَا یہ مامور ہے اللہ کی طرف سے کہ جب کوئی ایسا موقع آ جائے تو اپنی ذات سے اچھائی کی ابتداء کرے ! جیسے کہتے ہیں اگر اللہ نے اچھا مال دیا تو اپنے سے پہل کرنی چاہیے، کپڑے

اچھے پہنے دوسرے کو بھی پہنائے ، پہلے اچھے خود پہنے پھر بیوی بچوں کو پہنائے پھر اوروں کو پہنائے جیسے ایک ترتیب پڑھی ہے آپ نے !

نعمت کا اظہار کرنا بھی شکر ہے :

تو یہ اپنے کو کیوں پہنائے ؟ یہ اس لیے کہ یہ احسان اپنے آپ سے کرے ﴿ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴾[1] تیرے رب کی تجھ پر نعمت ہے اس کو ظاہر کر ! اس کا اظہار کرنا یہ بھی ایک شکر ہے، اللہ نے پیسے دیے ہیں، گندے کپڑے پہنے پھر رہا ہے تو یہ نعمت کی ناشکری کی، ناقدری کی ! اللہ نے دیا ہے اسے کہ اچھے کپڑے پہن سکتا ہے اور نہیں پہن رہا نعمت کی ناقدری کر رہا ہے ! ! تو اب جب یہ اللہ نے اسے اتنا موقع دیا کہ یا اپنے کو بچالے یا باپ کو بچالے دو چیزیں ہیں اس میں سے اور کچھ نہیں یا خود شر میں کود جائے یا اسے گرادے تو یہاں پر اب احسان کی کیفیت بن گئی ، گویا کافر باپ سے کرے احسان یا اپنے سے کرے ؟ تو کہتے ہیں یہ مامور ہے کہ احسان کی ابتداء اپنے آپ سے کرے ! اس لیے یہاں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اقدام کرے گا تو وَدَفْعِ شَرِّ الْقَتْلِ عَنْهَا جب یہ مامور ہے کہ اپنی ذات سے احسان میں پہل کرے اور یہ تو احسان کا معاملہ ہے تو یہاں تو احسان کی بات ہی نہیں یہاں تو اپنے سے نقصان کو دور کرنا ہے، یہ تو اور زیادہ سنگین بات ہوگئی، اپنے ساتھ احسان کرنا اچھی چیز ہے، کرو پہل، لیکن اپنے سے نقصان کو دفع کرنا یہ تو اور زیادہ اہم بات ہوئی ! !

اس کو نقصان پہنچے یا اپنے کو نقصان سے بچائے ، یہ دو چیزیں آ گئیں تو کہتے ہیں وَدَفْعِ شَرِّ الْقَتْلِ عَنْهَا اور اپنے نفس سے قتل کے شر کو دفع کرنا کیونکہ وہ آ رہا ہے مارنے کے لیے ماردے گا سیکنڈوں میں فیصلہ کرنا ہے ورنہ وہ ماردے گا اَبْلَغَ جِهَاتِ الْاِحْسَانِ احسان کی جہات میں سب سے بلند جہت ہے اس لیے اپنے آپ سے شر کو دفع کرنا ہے اس میں مجبوراً اگر کرنا پڑے تو پھر یہ باپ کو قتل کر سکتا ہے ! نقلی دلیل بھی ہوگئی اور عقلی دلیل بھی ہوگئی !

---

[1] سورۃ الضحیٰ : ۱۱

ایک اور عقلی دلیل :

پھر مزید عقلی دلیل دے رہے ہیں کہ باپ جو ہے کَانَ سَبَبًا لِاِیْجَادِ الْوَلَدِ کہ باپ اس کے ایجاد کا سبب ہے یہ تو دنیا میں آیا ہے سبب تو باپ ہی بنا ہے، ماں اور باپ دونوں سبب ہیں ورنہ کیسے آسکتا ہے ؟ وہ اس کے موجِد ہیں ایک طرح کے، مجازی خالق کہہ لو، اس کے خالق ہیں، موجد ہیں یا خالق ہیں خالقِ حقیقی تو اللہ ہے مجازاً ایک طرح کے وہ ہیں فَلَا یَجُوْزُ لِلْوَلَدِ اَنْ یَّجْعَلَ نَفْسَہٗ سَبَبَ اِعْدَامِہٖ بِالْقَصْدِ اِلٰی قَتْلِہٖ لٰہذا بیٹے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والد کو معدوم کرنے کا سبب بن جائے ابتداءً اس کو قتل کر کے ! وہ تو اس کے ایجاد کا سبب ہے اس کی وجہ سے اسے وجود ملا ہے، تو یہ اچھی بات نہیں ہے کہ یہ اپنے باپ کو ختم کردے، یہ بہتر اور مناسب نہیں ہے ! !

کتنے اعلیٰ اخلاق ہیں، انتہائی حد تک بھی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے کہ کوشش کرو کہ اس پر عمل ہوتا رہے میدانِ جنگ میں بھی، یہ عیسائی یہودی کیا جانیں ؟ ان کے ہاں تو تصور میں بھی نہیں ہے یہ باتیں، مشرکین کے ہاں بھی نہیں جو یہ بتا رہے ہیں فَلَا یَجُوْزُ لِلْوَلَدِ اَنْ یَّجْعَلَ نَفْسَہٗ سَبَبَ اِعْدَامِہٖ بِالْقَصْدِ اِلٰی قَتْلِہٖ اِلَّا اَنْ یَّضْطَرَّہٗ اِلٰی ذٰلِکَ ہاں بالکل مجبور ہو جائیں حل ہی کوئی نہیں ہے پھر اس کے لیے اجازت ہے مجبوراً، اب کرسکتا ہے قتل ! !

فَحِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ الْاَبُ هُوَ الْمُکْتَسِبُ لِذٰلِکَ السَّبَبِ بِمَنْزِلَةِ الْجَانِیْ عَلٰی نَفْسِهٖ اب جب اس نے کیا تو بھی قتل تو باپ ہی کو کیا ہے چاہے مجبوراً کر رہا ہے یہ تو نہیں کہ مجبوری کی حالت میں وہ باپ کے بجائے بکری بن گئی کہ جی اب بکری قتل کردی ہے تو ہے تو باپ ہی، بہت عمدہ دلیل دے رہے ہیں، کہتے ہیں دیکھو جب اس نے مجبور کردیا تو اب یہ بیٹا اس کا قاتل نہیں ہے، یہ قتل کر بھی رہا ہے تو بھی یہ اُس کا قاتل نہیں ہے حقیقتاً ایک اعتبار سے دیکھا جائے !

اس صورت حال میں وہ باپ ہی سبب بن گیا اس کے اعدام کا، اس سبب کو پیدا کرنے والا خود باپ ہی بن گیا کیونکہ اس کے عمل کی وجہ سے یہ چیزیں ہوئی ہیں تو وہ خود مُکْتَسِبْ ہے اس صورت

حال کا ، وہ خود اس صورت حال کو وجود دے رہا ہے اور یہ پیدا کر رہا ہے کہ یہ نوبت آئے کہ وہ خود قتل ہوجائے تو یہ اسی طرح کا ہوگیا جو خود اپنی جان پر جنایت کرے اور خود کشی کر کے اپنے آپ کو ختم کر دے چھری پھیر کر اپنے پیٹ کو کاٹ دے تو یہ اَلْجَانِیْ عَلٰی نَفْسِہٖ ہی ہے خود بخود اس نے یہ حرکت کر کے اس کے لیے بچنے کی کوئی جگہ چھوڑی ہی نہیں اور اسے مارنے کے لیے پہنچ گیا اور اپنی جان بچانے کی خاطر اس نے آخری حربہ جو کیا تو گویا اس نے خود اپنے آپ کو اس مشکل میں ڈالا گویا اَلْجَانِیْ عَلٰی نَفْسِہٖ ہوگیا ! اس لیے یہ مُکْتَسِبٌ ہے اس چیز کا عَلٰی مَا ھُوَ الْاَصْلُ اسی وجہ سے کہتے ہیں یہ اپنے عمل سے اس چیز تک پہنچ گیا ! !

باپ کو کب قید کیا جائے گا ؟

وَلِھٰذَا لَا یُحْبَسُ الْاَبُ بِدَیْنِ الْوَلَدِ اسی لیے بیٹے کے قرض کی وجہ سے باپ کو قید نہیں کیا جائے گا ! مثلاً بیٹے نے باپ کو ایک لاکھ قرضہ دیا ، اب باپ واپس نہیں دے رہا ، بیٹا عدالت میں چلا گیا ، یہ میرا ابا میرا قرضہ واپس نہیں دے رہا تو اصول کیا ہے ؟ اصول یہ ہے کہ اگر کوئی قرض نہ دے اور ٹال مٹول کرے ، ہو بھی اور نہیں دے رہا تو عدالت اسے قید کر کے جیل میں بند کر دیتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کرے ، لیکن اب اس (باپ) کے معاملے میں کیا ہوگا ؟ کہتے ہیں کہ نہیں . بیٹے کے قرض کی وجہ سے باپ کو قید نہیں کیا جائے گا ! عدالت باپ کو کہے گی کہ آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ قرضہ ادا کر دو ، بیٹے کے کام آ جائے گا لیکن ''باپ کو قید کر دو'' عدالت یہ نہیں کہے گی !

وَیُحْبَسُ بِنَفْقَتِہٖ لیکن اگر نفقہ نہیں دے رہا ، اپنے بچے کا نفقہ نہیں دے رہا ، بچہ معذور ہے چاہے بالغ ہے لیکن نفقہ اس نے دینا ہے ، نہیں دے گا تو وہ مر رہا ہے یا چھوٹا معصوم بچہ ہے ، دودھ کا خرچہ نہیں دے رہا تو اس صورت میں پکڑ کر اسے جیل میں ڈالو !

کیوں ؟ لِاَنَّہٗ اِذَا مَنَعَ نَفْقَتَہٗ فَقَدْ قَصَدَ اِتْلَافَہٗ کیونکہ جب اس نے نفقہ روک دیا تو گویا اس نے اس کو ہلاک کرنے کا ، تلف کرنے کا ارادہ کیا ، جب یہ ارادہ کیا تو اب اس کا کیا کیا جائے گا ؟

عدالت اسے پکڑ کر جیل میں بند کرے گی کہ اس کا نفقہ جمع کراؤ تا کہ اس کی جو ضروریات ہیں وہ پوری ہوں ! اور جب اس کے اس عمل سے بچہ ہلاک ہو جائے گا تو گویا یہ خود مُکْتَسِبْ ہے اس صورتِ حال کا کہ اسے مجبور کر دیا جائے، بند کر دیا جائے !

جبکہ قرض نہ دینے سے بیٹا ہلاک نہیں ہوگا اگر قرض نہیں دیتا تو بیٹا مر تھوڑی رہا ہے اور اگر اللہ پر بھروسہ کر کے چھوڑ دے گا تو پتا نہیں اللہ تعالیٰ اسے کتنا اور دے دیں اس سے بھی زیادہ بے شمار، اس کی مثالیں دیکھی ہیں، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب بھی دیتے ہیں آخرت کا اور دنیا میں بھی نفع ہوتا ہے ! !

لیکن یہاں اگر وہ نفقہ نہیں دے رہا تو معصوم بچہ تو بتا ہی نہیں سکتا کہ میرا نفقہ کس پر ہے ؟ باپ پر ہے یا ماں پر ہے ؟ دینا ہے نہیں دینا ؟ وہ تو روئے گا، چیخے گا بس یہی کام ہے، اسی طرح معذور ہے تو بھی یہی ہے تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے قید کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے کو اس صورتِ حال تک خود پہنچایا ہے اور وہاں پر قرض نہ دے کر اس صورت حال پر خود نہیں پہنچ رہا وہاں بیٹا پہنچا رہا ہے عدالت جا کر کہ میرے ابا کو پکڑ کر لاؤ اور جیل میں بند کرو ! !

اسلامی اخلاق کتنے بلند ہیں !

پھر یہ جو موقف امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اس کی تائید میں مزید استدلال فرماتے ہیں کہ حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ عَامِرٍ اور رئیس المنافقین عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلَ کے بیٹے عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اُبَیِّ بْنِ سَلُوْلَ دونوں صحابی تھے انہوں نے نبی علیہ السلام سے اجازت طلب کی اِسْتَأْذَنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِیْ قَتْلِ اَبَوَیْھِمَا یا رسول اللہ ہم اپنے باپوں کو مار دیتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے بارے میں بکواس کرتے ہیں، ہم انہیں قتل کر دیں ؟ اجازت مانگی ! فَنَھَاھُمَا عَنْ ذٰلِکَ نبی علیہ السلام نے ان دونوں کو اس سے منع کر دیا کہ نہیں تم قتل نہیں کرو گے، وہ باپ ہے تم بیٹے ہو اس کے ! یہ اخلاق ہیں، یہ مہذب دین ہے ! !

ایک اور دلیل :

اور عُمَیْر بْن مَالِكٍ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے آکر عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہُ ﷺ اِنِّیْ لَقِیْتُ اَبِیْ فِی الْعَدُوِّ دشمنوں کے علاقے میں میرا باپ سے آمنا سامنا ہو گیا یا ملاقات جو بھی ہوئی فَسَمِعْتُ مِنْهُ مَقَالَةً لَکَ سَیِّئَةً فَقَتَلْتُهٗ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ میں نے آپ کے بارے میں اپنے والد سے بہت بری بات سنی، میں نے وہیں اسے مار دیا ! فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ آپ نے اس پر سکوت فرمایا کچھ نہیں کہا، برا کیا، یہ بھی نہیں فرمایا، ٹھیک کیا، یہ بھی نہیں فرمایا ! تو یہ بھی اخلاق میں سے ہے، شاباش بھی نہیں دی کہ بہت اچھا کیا اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ کیوں قتل کیا ؟ کیونکہ اب زندہ تو ہو نہیں سکتا وہ تو مر گیا، یہ قتل کر چکے ہیں !

تو اس روایت سے امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ بطورِ دلیل فرماتے ہیں کہ اَنَّہٗ لَا یَسْتَوْجِبُ بِقَتْلِہٖ شَیْئًا اِذَا قَتَلَہٗ اگر قتل کر دے کوئی ایسی صورت حال میں تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا کہ دیت دے، تاوان دے، باپ کا، یہ بھی نہیں واجب کیونکہ وہاں منع بھی فرما رہے ہیں اور یہاں قتل کی خبر جب ملی تو سکوت فرمایا ! اس کا مطلب ہے کہ اگر کر دیا کسی نے قتل تو واجب نہیں ہے کچھ بھی، لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَاْمُرْہُ بِشَیْءٍ کیونکہ جب انہوں نے یہ بات بتائی تو آپ نے انہیں کسی چیز کا حکم نہیں دیا کہ یہ دو اور یہ دو، دیت دو یا یہ کام کرو یا اس کا کفارہ ایسے ادا کرو، کچھ نہیں فرمایا ! اور نبی کا سکوت جو ہوتا ہے کسی بات کو بیان کرنے کے بجائے سکوت اختیار کرنا جبکہ حاجت بھی ہو بات کرنے کی جائز نہیں ہے اور نبی ایسا کام نہیں کر سکتا یعنی اگر بیان کرنے کی ضرورت ہوتی تو آپ ضرور بیان فرما دیتے کہ دو کیونکہ یہ جائز ہی نہیں ہے نبی ایسا کر ہی نہیں سکتا کہ ضرورت ہے مسئلہ بتانے کی اور وہ سکوت کرے یہ نبی نہیں کر سکتا اس لیے سکوت فرمانے کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی چیز لازم نہیں ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ لازم بھی ہوتی کوئی چیز اور آپ بیان بھی نہ فرماتے یہ نہیں ہو سکتا !

کافر باپ کو قتل کرنے سے بچنے کا طریقہ :

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں کہ اگر ایسے امتحان میں پڑ جائے میدانِ جنگ میں تو کیا طریقہ ہے بچنے کا کہ باپ میرے ہاتھوں نہ مارا جائے ؟ عملی صورت اس کی بتا رہے ہیں کہ وَ اَوَّلُ الْوُجُوْہِ اَنْ لَّا یَقْصِدَہٗ بِالْقَتْلِ یعنی اچھی صورت یہ ہے کہ قتل کا قصد نہ کرے لیکن وَلَا یُمَکِّنَہٗ مِنَ الرُّجُوْعِ اسے بھاگنے بھی نہ دے کہ وہ چلا جائے کیونکہ وہ تو کافر ہے لڑنے آیا ہے تمہیں نہیں تو کسی اور کو مارے گا، اس نے تو ہاتھ میں تلوار پکڑی ہوئی ہے دوسرے دو چار مجاہدوں کو مار دے گا نقصان ہوجائے گا، تو قصد بھی نہیں کرے گا قتل کا اور اسے بچ کر جانے بھی نہیں دے گا وَلَا یُمَکِّنَہٗ مِنَ الرُّجُوْعِ اس کو واپس ہونے کی قدرت نہیں دے گا اِذَا تَمَکَّنَ مِنْہُ فِی الصَّفِّ جبکہ بیٹے نے صف میں قابو پا لیا، اب قتل کا قصد بھی نہ کرے اور جانے بھی نہ دے ! کیا کرے پھر ؟ وَلٰکِنَّہٗ یُلْجِئُہٗ اِلٰی مَوْضَعٍ وَیَسْتَمْسِکَ بِہٖ اس کو کھینچ کھانچ کر داؤ پیچ کرتا ہوا ایسی جگہ لے جائے کہ جہاں کچھ اور مجاہد قریب ہوں ان کے پاس لے جائے کہ یہ بھاگ بھی نہ سکے اور وَیَسْتَمْسِکَ بِہٖ اور پکڑے رکھے اسے حَتّٰی یَجِیْئَ غَیْرُہٗ فَیَقْتُلُہٗ حتی کہ دوسرا مجاہد آکر اسے قتل کر دے، گویا قتل سے بھی بچ گیا خود اپنے ہاتھ سے نہیں کیا اور اسے بھاگنے بھی نہیں دیا کیونکہ ہے تو وہ دشمن، بڑا نقصان کر سکتا ہے، اس بڑے نقصان سے بھی بچنا ہے اور خود بھی قتل نہ کرے اس کا یہ طریقہ ہوتا ہے !

یہ ہیں اسلام کے مارشل رولز، لڑائی کے اور جہاد کے ! اور ساتھ ساتھ کتنے اخلاقیات ہیں ! بہت بڑے اخلاقیات ! یہ کہیں اور نہیں ہیں ! !

امام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں فَاَمَّا اِبَاحَۃُ قَتْلِ غَیْرِ الْوَالِدَیْنِ وَالْمَوْلُوْدِیْنَ مِنْ ذِیْ الرَّحِمِ الْمُحَرَّمِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ بہرحال ماں باپ کے علاوہ کسی اور کے قتل کی اِبَاحَتْ ہم جامع الصغیر میں الگ بیان کر چکے ہیں، یہاں صرف ماں باپ کا بتلایا، اسی طرح ماں باپ کے حکم میں دادا، دادی، دادے بھی آگئے اور نانے بھی آگئے ! !

قتال کے وقت دعا :

ایک آسان سی مختصر بات یہ بھی سن لیں بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقِتَالْ قتال کے وقت دعا کرنا، دعا کا مطلب کیا ہوگا ؟ اللہ کی طرف رجوع متوجہ ہونا ! یہ اصول اب یہ کافر تو جانتے ہی نہیں، نہ یہودی نہ عیسائی، صرف مسلمانوں کے مذہب میں ہے ! اب مشکل یہ ہے کہ مسلمان فوجوں کو تربیت ہی نہیں کچھ بھی، نہ افسران کو پتہ ہے کہ رُجُوْع اِلَی اللّٰہْ کیا چیز ہے ؟ دعا کا کیا طریقہ ہے ؟ نہ بریگیڈیئر، نہ جرنل، نہ میجر جرنل، نہ لیفٹیننٹ جرنل، نہ کور کمانڈر، کسی کو پتا ہی نہیں کچھ بھی کیونکہ تربیت اور ٹریننگ وہ ان ہی سے لیتے ہیں جا کر کافروں سے، وہی آ کر انہیں سکھاتے ہیں، یہ چیزیں انہیں بتائی نہیں جاتیں اور ان چیزوں کے بتانے سے بڑا زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے ایمان کی کیفیت حالت اور جذبہ وجوش سب میں فرق آجاتا ہے ! اس لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ جرنیل صاحبان بھی اگر تشریف لے آئیں چٹائیوں پر بیٹھ کر سن لیں تو کچھ شان میں کمی نہیں آئے گی بلکہ بلند ہو جائے گی ان شاء اللہ نہیں تو ہمیں اُن قالینوں پر لے جائیں جس پر بیٹھے ہیں تو ہم بتائیں گے اور فیس بھی نہیں لیں گے جا کر لیکچر دے دیں گے ان شاء اللہ اللہ توفیق دے !

بہرحال کہتے ہیں حضرت عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ اَوْفٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا کہ نبی ﷺ لڑائی چھڑنے سے پہلے جب دشمن کے سامنے ہوتے تو یہ کلمات پڑھتے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّا عِبَادُکَ وَھُمْ عِبَادُکَ نَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھِمْ بِیَدِکَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْھِمْ

''اے اللہ! ہم بھی تیرے بندے ہیں وہ بھی تیرے بندے ہیں، ہماری اور ان کی پیشانیاں تیری قدرت میں ہیں، یا اللہ! تو ان کو شکست دے دے اور ہمیں ان پر فتح دے دے''

کافر بھی تو اللہ ہی کے بندے ہیں اور صحابہ بھی تو ایمان لانے سے پہلے کافر تھے، کیا وہ اللہ کے بندے نہیں ہیں ؟ جب ایمان آ گیا تو اس وقت بھی وہ اللہ کے بندے اور اس وقت بھی تھے، اُس وقت اور طرح کے تھے ایمان لانے کے بعد اور طرح کے اللہ کے بندے !

رجوع اللہ کی طرف کرنا ہے اب یہ دعا پشتو میں مانگو، اردو میں مانگو، سرائیکی میں مانگو، کلمات یاد ہوں تو اچھی بات ہے نہیں تو مانگو ضرور، جب اللہ کبھی جہاد کی توفیق دے تو رُجُوْع اِلَی اللّٰہ ہونا چاہیے ! ! اللہ ہمارے جرنیلوں کو بھی توفیق دے کہ وہ بھی یہ دعائیں یاد کریں اور عام سپاہی تک کو یاد کرائیں اور یہ ٹریننگ کا حصہ ہونا چاہیے ہمارے ملک میں کیا ہر مسلم ملک میں ہر فوجی کو ہر جوان کو یہ دعائیں سکھائی جائیں!

وَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّہٗ یَنْبَغِیْ لِکُلِّ غَازٍ اَنْ یَّقْتَدِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی الدُّعَاءِ عِنْدَ الْقِتَالِ اس میں دلیل ہے کہ ہر غازی کے لیے مناسب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے، قتال کے وقت دعا کرے، آگے دلیلیں بھی دے رہے ہیں، ایک یہ کہ مومن جب دعا مانگتا ہے تو یَسْتَنْزِلُ الرِّزْقَ وَالنَّصْرَ اللہ سے وہ طلب کرتا ہے کہ رزق، مدد اور نصرت وَیَدْفَعُ اَنْوَاعَ الْبَلَاءِ وَشَرَّ الْاَعْدَاءِ اور اللہ سے بے شمار مختلف قسم کی بلاؤں اور دشمنوں کے شر سے دفع طلب کرتا ہے ! وَبِذٰلِکَ اُمِرْنَا اور اس کا ہمیں حکم بھی دیا گیا ہے، کیوں ؟ کہاں دیا حکم ؟ دلیل لا رہے ہیں قرآن سے پیش کر رہے ہیں دیکھو یہ آ رہا ہے

﴿ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ ﴾[1] اور ﴿ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ﴾[2]

وَاُخْبِرَ عَنِ الرُّسُلِ اَنَّھُمْ دَعَوْا عَلَی الْاَعْدَاءِ اور رسولوں کے بارے میں یہ خبر دی گئی ہے کہ وہ دشمنوں پر بددعا کیا کرتے تھے، ضرورت پڑنے پر بددعا کرتے تھے کَمَا اَخْبَرَ بِہٖ عَنْ نُوْحٍ جیسا کہ نوح علیہ السلام کے بارے میں دی گئی کہ انہوں نے بددعا دی ﴿ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا ﴾[3] ''اے رب ! نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا'' جب تکلیف کٹ گئی حجت تمام ہوگئی، کئی سو سال گزر گئے تو پھر انہوں نے یہ بددعا کی ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا ﴾ اور اسی طرح کا مُوْسٰی وَھَارُوْنَ وَالْخَلِیْلِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ کَذٰلِکَ ان سے بھی یہ منقول ہے ایسے موقعوں پر انہوں نے بددعا کی اور اپنے حق میں دعا کی اللہ سے ! اللہ تعالیٰ سمجھ کی بھی توفیق دے، عمل کی بھی توفیق دے اور ہر قسم کے شر سے، آزمائش سے حفاظت فرمائے !

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

---

[1] سورۃ البقرۃ : ۱۸۶ [2] سورۃ الاعراف : ۵۵ [3] سورۃ نوح : ۲۶

مشائخِ پنجاب کی حضرت شیخ الہندؒ سے وابستگی اور اُس کے اثرات

﴿ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ، بانی جامعہ قادریہ، بھکر، پاکستان ﴾

جب سے پنجاب کے شمال مغربی اضلاع انگریزوں کی عملداری میں آئے ان اضلاع کے وڈیروں نے انگریزں کا ساتھ دینا شروع کیا اور ہر موقع پر انگریزوں کے خیر خواہ اور مددگار رہے ! بعض لوگ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ساتھ ہو کر دہلی پہنچے اور لڑائی میں شریک ہوئے ،شاہی خاندان کے لوٹے ہوئے سامان کی نشانیاں اب تک ان کے گھروں میں پائی جاتی ہیں، اس وقت سے ان علاقوں میں ایسا رجحان پیدا ہوا کہ عام لوگ انگریزوں کی فوج میں بھرتی ہونے لگے اور یہ علاقہ انگریزوں کو فوجی سپاہی مہیا کرنے میں ہمیشہ دوسرے علاقوں سے آگے رہا ! اس علاقے میں علماء اور مشائخ کی کمی نہ تھی مگر ان کی مساعی درس و تدریس و تعلیم و تزکیہ تک محدود تھیں جن خانقاہوں کی مسندوں پر ان کے بانیوں کے ناخلف جانشین بیٹھے تھے ان کے متعلق عجیب عجیب حکایتیں سنی ہیں۔

یہاں کے فوجی جوان جو ترکوں کے خلاف جنگ میں گئے ہوتے ان کی مائیں ایسے سجادہ نشینوں کے ہاں دعا کرانے جاتیں تو وہ دعائیں دے کر کہا کرتے تھے کہ

''ترکوں کی بندوقوں میں کیڑے پڑ جائیں گے''

ایسے علاقے کے متعلق انگریز کہاں برداشت کر سکتے تھے کہ یہاں تحریکِ آزادی کے اثرات پڑیں مگر شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سمجھیے کہ آپ کی آواز یہاں پہنچی ! !

حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب سیالویؒ :

اس آواز پر سب سے پہلے اس علاقے میں لبیک کہنے والے پنجاب کی سب سے بڑی اور سب سے بااثر خانقاہ ''سیال شریف'' کے سجادہ نشین حضرت مولانا خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے

جو حضرت شیخ الہندؒ کے ہمنوا ہوئے اور آزادی کا عَلَم لے کر میدانِ جہاد میں اتر پڑے ! !

ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ/نومبر ۱۹۲۰ء میں دہلی میں جمعیة علماء ہند کا اجلاس ہوا جس کی صدارت حضرت شیخ الہند رحمة اللہ علیہ نے فرمائی اس اجلاس کی طرف سے ایک فتویٰ جاری کیا گیا جس میں حکومتِ برطانیہ کے ساتھ موالات اور نصرت کے تمام تعلقات اور معاملات کو حرام قرار دیا گیا !

حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ نے حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء کے اس فتویٰ کی تائید فرمائی، خود بھی اس پر عمل کیا اور اپنے تمام متعلقین کو اس پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا، رجب ۱۳۳۹ھ میں سیال شریف کے عرس کے اجتماع میں آپ نے اپنا تحریری اعلان پڑھ کر سنایا جس میں فرمایا کہ

''اس موقع پر میں آپ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانا نہیں چاہتا کہ ترکِ موالات کیا چیز ہے اور ترکِ معاملات کیا ہے ؟ اور اس وقت اس کی سخت ضرورت کیوں لاحق ہوئی ہے ؟ یہ بات تو علمائے ہند خصوصاً مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا غلام معین الدین اجمیری ادام اللہ برکاتہم کی تصانیف سے بخوبی واضح ہو چکی ہے اس جگہ ان کی تشریح تحصیل حاصل ہے، میں تو اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو یہ جتا دینے کی ضرورت سمجھتا ہوں کہ میں جمعیة علماء ہند کے فتوے کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہوں اور اس پر کاربند ہوں اور آشناؤں کو بھی اس کی ترغیب دیتا ہوں ! اور اس فتوے سے شاید ہی کوئی فرد اسلام سے بے خبر ہو، مگر ہمارا ملک پنجاب خصوصاً ضلع شاہ پور عام طور پر اسلامی تحریکوں سے بے خبر رہتا ہے ان کی آگاہی کے لیے مختصراً وہ فتویٰ ذیل میں نقل کرتا ہوں

جمعیة علماء ہند کا یہ اجلاس کامل غور کے بعد مذہبی احکام کے مطابق اعلان کرتا ہے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ موالات اور نصرت کے تمام تعلقات

اور معاملات رکھنے حرام ہیں اس کے ماتحت حسبِ ذیل امور بھی واجب العمل ہیں :

(۱) خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دینا !

(۲) کونسلوں کی ممبری سے علیحدگی اور امیدواروں کے لیے رائے نہ دینا !

(۳) دشمنانِ دین کو تجارتی نفع نہ پہنچانا !

(۴) کالجوں اور اسکولوں میں سرکاری امداد قبول نہ کرنا اور سرکاری یونیورسٹیوں سے تعلق قائم نہ رکھنا !

(۵) دشمنانِ دین کی فوج میں ملازمت نہ کرنا اور کسی قسم کی فوجی امداد نہ پہنچانا !

(۶) عدالتوں میں مقدمات نہ لے جانا اور وکیلوں کے لیے ان مقدمات کی پیروی نہ کرنا !

صاحبوا ! اس فتوے کو وہ شخص نا قابلِ برداشت کہہ سکتا ہے جس کے دل میں ایمان اور اسلام کی ذرا بھی قدر نہ ہو، فقیر نے بار ہا اپنے آشناؤں کو اسلامی اصول کے ماتحت اس فتوے کی طرف توجہ دلائی اور اب بصورتِ اعلان ہر ایک خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ جو شخص فوج اور پولیس میں ملازم ہو تو اس سے فقیر کا کوئی تعلق نہیں اور نہ صرف اس کو فقیر سے کوئی تعلق ہونا چاہیے ! اور آئندہ کوئی فوجی اور پولیس مین کوئی نذرانہ کسی قسم کا فقیر کو پیش نہ کرے کیونکہ وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، کوئی آدمی فوجی ہو یا پولیس کا، فقیر سے بیعت نہ کرے، کیونکہ اس کو بیعت نہیں کیا جاوے گا'' [۱]

حضرت خواجہ صاحبؒ کے اس اعلان سے انگریزوں کو بہت دھچکا لگا، وہ سمجھتے تھے کہ حضرت شیخ الہندؒ کی دعوت وتحریک کے اثرات یہاں نہیں پہنچیں گے مگر ان کے ہزاروں فوجیوں کے پیرو مرشد اس تحریک کے پرجوش حامی بن گئے، انگریز چاہتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کو گرفتار کرلیں مگر حالات قابو سے

[۱] ''امرِ معروف'' شائع کردہ مجلس خلافت ضلع شاہ پور ص ۹ تا ۱۱

باہر ہونے کے خطرے سے ایسا نہ کرسکے اور تعریض وتخویف کا راستہ اختیار کیا، خطابات اور جاگیر کی بارہا پیش کش کی گئی مگر خواجہ صاحبؒ نے اسے پائے استحقار سے ٹھکرادیا ! ایک دفعہ ایک افسر بہت بڑی جاگیر کی تحریر لایا تو آپ نے خفگی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

''انگریز اپنے وطن انگلستان میں جاگیر دیتے تب بھی میرا یہی جواب ہوتا''

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ [1]

یہ زمین تو میرے اپنے ملک کی ہے، مقدمۂ بغاوت، لمبی قید اور عبور دریائے شور کی سزا کی اطلاعات لے جائی گئیں مگر آپ ہر قربانی کے لیے تیار تھے، حکومتِ برطانیہ کی ہر معاملہ میں ڈٹ کر مخالفت کرتے رہے، مالیہ کی ادائیگی کے دن آئے تو خواجہ صاحبؒ نے مالیہ دینے سے بھی انکار کردیا ! لاہور میں خلافت کانفرنس ہوئی خواجہ صاحبؒ نے صدارت فرمائی، علماء کا خصوصی اجلاس الگ بھی ہوا تھا اس میں بھی خواجہ صاحب کی صدارت تھی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے عربی میں خطاب فرمایا تھا !

۱۹۲۳ء میں گرفتاریاں شروع ہوئیں تو سیال شریف کے علماء طلباء اور خدامِ خانقاہ نے بھیرہ جاکر گرفتاریاں دیں، گاؤں گاؤں آزادی کے نعرے بلند ہونے لگے جس علاقے میں وڈیرے لوگ غریب جوانوں کو زبردستی فوج میں بھجوایا کرتے تھے، وہاں فوجی بھرتی کے مخالفت کرنے والے بھی پیدا ہوگئے، حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک نے انگریزوں کو اس فوجی علاقے میں بھی زبردست نقصان پہنچایا، ۱۹۲۸ء میں خواجہ محمد ضیاء الدین صاحب نے دہلی اور دیوبند کا سفر کیا تو دہلی ریلوے اسٹیشن پر مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے استقبال کیا اور اپنی قیام گاہ میں لے گئے جہاں خواجہ نادر شاہ، ظاہر شاہ اور حکیم اجمل خان ملاقات کے منتظر تھے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خانقاہ میں آپ کی زیارت کے لیے بہت سے مرید فوجی افسر اور سپاہی آئے اور نذرانے پیش کیے آپ نے نذرانے

---

[1] ترجمہ : جاؤ یہ جال کسی اور پرندے پر ڈالو (یعنی مجھے فریب دینے کو کوشش نہ کرو) یہ جملہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی ہوشیار اور تجربہ کار انسان کو بیوقوف بنانے کی کوشش کرے اور وہ شخص آگے سے اسے یہ جواب دے کہ آپ کی چالیں مجھ پر نہیں چلیں گی ! !

قبول فرمائے اور فرمایا کہ ''تم انگریز کے نوکر ہوکر میرے زخموں پر نمک پاشی کرنے آئے ہو، جاؤ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ'' ! !

حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبؒ :

۱۸؍ مارچ ۱۹۲۱ء کو راولپنڈی میں خلافت کانفرنس ہوئی تھی جس کی صدارت پیر حافظ جماعت علی شاہ صاحبؒ نے کی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بھی اس کانفرنس میں تقریر فرمائی جس میں حضرت شیخ الہندؒ اور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کا والہانہ انداز میں تذکرہ فرمایا اور ان کے مجاہدانہ کارنامے بیان فرمائے، پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ کے دل میں بھی حضرت شیخ الہندؒ کا بہت احترام تھا اپنے صاحبزادے سیّد محمد حسین شاہ صاحبؒ کو حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی خدمت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں دورہ حدیث کے لیے بھیجا تھا، دستار بندی کے لیے حضرت شیخ الہندؒ تشریف لائے تھے سیّد محمد حسین شاہ صاحبؒ دستار بندی کے وقت سب طلباء کے آخر میں کھڑے ہوئے ان کی دستار بندی کا نمبر آیا تو اتفاق سے دستاریں ختم ہو چکی تھیں، حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر ان کے سر پر باندھ دی، پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ نے وہ مبارک دستار تبرک کے طور پر محفوظ رکھوادی یہ عظیم تبرک اب بھی ان کے گھر میں موجود ہے ! !

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ :

حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ سجادہ نشین شرقپور شیخوپورہ بھی پنجاب کے بڑے مشائخ میں تھے حضرت شیخ الہندؒ سے عقیدت و محبت تھی مولانا طیب حسن علی بی اے لکھتے ہیں کہ

> ''حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند جزیرہ مالٹا میں ایک مدت تک انگریزوں کی قید میں رہے، ۱۹۲۰ء میں اسارتِ مالٹا سے رہا ہو کر ہندوستان دیوبند روانہ ہوئے تو انہوں نے حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کو ایک خط لکھا، حضرت میاں صاحبؒ نے مجھے گھر سے بلایا اور وہ خط مجھے پڑھنے

کے لیے دیا میں نے بار ہا پڑھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کے میاں صاحبؒ سے پرانے مراسم ہیں اس خط میں حضرت شیخ الہندؒ نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اسارتِ مالٹا میں قرآنِ پاک کا ترجمہ کیا ہے جب زیور طباعت سے آراستہ ہوا تو اس کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا نیز اسی خط میں میاں صاحبؒ سے ملاقات کا اشتیاق بھی ظاہر کیا تھا ! [1]

ایک دفعہ لاہور میں حضرت مولانا سیّد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ ان سے ملاقات کی آرزو فرماتے ہیں تو حضرت شاہ صاحبؒ خود ہی شرقپور تشریف لے گئے حضرت میاں صاحبؒ نے بہت اکرام فرمایا ارشاد فرمایا میں خداوندِ کریم کا شکر کس زبان سے ادا کروں جس نے ایک مدت کی تمنا کو آج پورا کیا، اس کے بعد میاں صاحبؒ نے حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے اکابر علماء دیوبند کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان حضرات کو اب کہاں ڈھونڈیں ! حضرت میاں صاحبؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے خط کا بھی شاہ صاحبؒ کے سامنے ذکر کیا اور فرمایا کہ میرے پاس موجود و محفوظ ہے ! !

حضرت میاں صاحبؒ کی مجلس میں حضرت شیخ الہندؒ کی تعریف و توصیف ہوتی، حاضرین و واردین کے دلوں میں حضرت شیخ الہندؒ سے محبت اور حضرتؒ کی تحریک سے دلچسپی اور ہمدردی پیدا ہوتی اور وہ انگریزوں کے خلاف نفرت و عداوت کے جذبات لے کر اٹھتے تھے ! ! (مقامِ محمودؒ ص ۳۴۴ تا ۳۴۰)

۞ ۞ ۞

محمود الملّة و الدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں نور اللہ مرقدہٗ

کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین و دروس جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے اور سنے جا سکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org

[1] ان واقعات کی تفصیل سیرت امیر ملتؒ (حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبؒ) میں موجود ہے۔

چراغ بجھ گیا مگر روشنی باقی ہے !

حضرت مولانا سیّد محمود میاںؒ ..... ایک عہد ساز شخصیت

﴿ مولانا عکاشہ میاں صاحب، نائب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ﴾

تاریخ امت میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جو محض افراد نہیں ہوتیں بلکہ ان میں ایک پورا عہد سموئے ہوتی ہیں ! ان کے وجود سے علم کو وقار، دین کو استحکام، معاشرے کو رہنمائی اور دلوں کو سکون ملتا ہے، جب ایسی شخصیات اس دنیا سے رخصت ہوتی ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ زمانے کی ایک روشن سمت دھندلا گئی ہے، اگرچہ ان کے نقوشِ قدم آنے والی نسلوں کے لیے رہنمائی کا چراغ بن کر باقی رہتے ہیں ! !

۲/ جولائی ۲۰۲۵ء کا دن اہلِ علم وعرفان کے لیے ایک غمناک دن تھا کہ اس روز حضرت اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ اس فانی دنیا سے کوچ فرما کر اپنے رب کریم کے حضور حاضر ہوئے، خبر پھیلی تو ہزاروں آنکھیں اشکبار ہوگئیں، بے شمار دل غم سے بوجھل ہوگئے اور علمی و دینی حلقوں میں خاموش اداسی چھا گئی ! یہ صرف ایک فرد کی وفات نہ تھی بلکہ ایک ایسے بزرگ کی جدائی تھی جس نے اپنی پوری زندگی علم، دعوت، اصلاح اور تربیت کے لیے وقف کر رکھی تھی ! !

وہ لوگ جو زمانے کا سرمایہ ہوتے ہیں :

قرآنِ کریم نے اہلِ علم کے مقام کو بلند فرمایا ہے اور رسول ﷺ نے علماء کو انبیاء کرام کا وارث قرار دیا ہے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امت کی بقا اور اس کے دینی تشخص کے تحفظ میں ہمیشہ اُن ہی رجالِ حق کا کردار نمایاں رہا ہے جو دنیاوی مفادات سے بے نیاز ہو کر دین کی خدمت میں مصروف رہے ! !

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھی ان ہی خوش نصیب نفوس میں شامل تھے جن کی زندگی کا محور دینِ اسلام تھا انہوں نے علم کو محض کتابوں کی زینت نہیں بنایا بلکہ اسے عمل، اخلاق اور دعوت کے سانچے میں ڈھال کر لوگوں کے سامنے پیش کیا ! ان کی شخصیت میں علماءِ ربانیین کا وقار، صوفیاء کا اخلاص، اساتذہ کی شفقت اور داعیانِ حق کا درد یکجا نظر آتا تھا !

ابتدائی زندگی اور علمی ذوق :

قدرت بعض انسانوں کو ابتداء ہی سے مخصوص اوصاف عطا کرتی ہے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بھی کم عمری ہی سے دین سے محبت، عبادت کا شوق اور علم کے حصول کا جذبہ نمایاں تھا ! ! آپ نے دینی علوم کی تحصیل میں غیر معمولی محنت کی، اکابر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور علومِ قرآن، حدیث، فقہ اور عربی ادب میں مہارت حاصل کی، مگر آپ کا امتیاز صرف علمی استعداد نہ تھی بلکہ علم کے ساتھ اخلاص، تقویٰ اور خشیتِ الٰہی بھی آپ کی شخصیت کا مستقل حصہ بن گئی، وہ جانتے تھے کہ علم اس وقت تک نافع نہیں ہوسکتا جب تک اس کے ساتھ کردار اور عمل کی روشنی شامل نہ ہو، چنانچہ آپ کی پوری زندگی علم و عمل کے حسین امتزاج کی علمی تصویر بن گئی ! !

معلم، مربی اور مشفق بزرگ :

ہر اُستاذ پڑھاتا ہے، مگر ہر اُستاذ دلوں کی تعمیر نہیں کرتا، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کا شمار اُن نادر اساتذہ میں ہوتا تھا جو صرف کتاب نہیں پڑھاتے تھے بلکہ شخصیتیں بناتے تھے ! ان کے درس میں علمی گہرائی بھی ہوتی تھی اور روحانی تاثیر بھی، طلبہ کو محسوس ہوتا تھا کہ وہ محض ایک معلم کے سامنے نہیں بلکہ ایک ایسے مربی کے سامنے بیٹھے ہیں جو انہیں زندگی کا مقصد سمجھا رہا ہے !

ان کے ہزاروں شاگرد آج مختلف دینی ، علمی اور سماجی میدانوں میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں ! ان سب کے اندر کہیں نہ کہیں اپنے استاذِ محترم کی تربیت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے ! یہی کسی استاذ کی سب سے بڑی میابی ہوتی ہے کہ اس کے بعد بھی اس کا فیض جاری رہے ! !

دعوت واصلاح کا روشن باب :

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خدمات کو مدرسے کی چار دیواری تک محدود نہ رکھا بلکہ وہ معاشرے کے درد کو محسوس کرتے تھے انہیں اُمت کے اخلاقی ،فکری اور دینی مسائل کی فکر رہتی تھی ! اپنے خطابات میں وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے ، نماز کی پابندی، سنتِ نبوی کی پیروی، والدین کے احترام، حقوق العباد کی ادائیگی اور باہمی محبت کی تلقین فرمایا کرتے تھے ! ان کی گفتگو میں سختی کے بجائے محبت کا رنگ غالب ہوتا تھا، وہ دل جیتنے کا ہنر جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ مختلف طبقات کے لوگ ان سے تعلق رکھتے اور ان کی بات کو توجہ سے سنتے تھے ! ان کے بیانات میں نہ صرف سیاسی شور ہوتا تھا نہ وقتی نعروں کی گونج بلکہ ایمان، اخلاق اور اصلاحِ باطن کا وہ پیغام ہوتا تھا جو ہمیشہ زندہ رہتا ہے ! !

سادگی کا پیکر :

آج کے دور میں جب شہرت اور نمود ونمائش کو کامیابی کا معیار سمجھ لیا گیا ہے، حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سادگی، انکساری اور بے نفسی کی روشن مثال تھی ! آپ اپنے لیے کچھ نہیں چاہتے تھے، ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ دین کا کام آگے بڑھے، طلبہ علم حاصل کریں، معاشرہ اصلاح پائے اور لوگ اپنے رب کو پہچانیں ! !

آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص آپ کے حسنِ اخلاق، خندہ پیشانی اور محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا ! آپ بڑے سے بڑے عالم اور چھوٹے سے چھوٹے طالب علم سے یکساں شفقت اور احترام کے ساتھ پیش آتے تھے، یہی وہ اوصاف تھے جن کی وجہ سے ہزاروں دلوں کی دھڑکن بن گئے !

ایک نا قابلِ تلافی خسارہ :

٧ر محرم الحرام ١٤٤٧ھ/٢ر جولائی ٢٠٢٥ء کو جب حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر آئی تو ہر طرف غم کی فضا قائم ہوگئی، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے علم ومعرفت کا ایک روشن چراغ بجھ گیا ہو ! مدارس، مساجد، خانقاہیں، علمی مجالس اور عام لوگ سب ہی اس سانحہ پر سوگوار تھے مگر اہلِ ایمان جانتے ہیں

کہ اللہ کے نیک بندے حقیقت میں مرتے نہیں بلکہ اپنے اعمال اور خدمات کے ذریعے زندہ رہتے ہیں ! حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی آج اپنے شاگردوں کے کردار میں اپنے دروس کی یادوں میں ، اپنی نصیحتوں کی تاثیر میں اور اپنی دینی خدمات کے آثار میں زندہ ہیں ! !

باقی رہنے والی میراث :

دنیا کے اکثر آثار وقت کے ساتھ مٹ جاتے ہیں مگر اخلاص سے کیا گیا دینی کام مدتوں تک باقی رہتا ہے ! حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ کی اصل میراث عمارتیں نہیں بلکہ انسان ہیں، وہ طلبہ جنہیں انہوں نے علم دیا، وہ دل جنہیں انہوں نے اللہ سے جوڑا ، وہ افراد جن کی انہوں نے تربیت کی ، اُن کے فیض سے نسلیں مستفید ہوتی رہیں گی ان شاء اللّٰہ ! یہی وہ صدقہ جاریہ ہے جو انسان کے دنیا سے جانے کے بعد بھی اس کے نامۂ اعمال میں اضافہ کرتا رہتا ہے ! !

حرفِ آخر :

حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ اخلاص، علم اور خدمتِ دین کبھی ضائع نہیں ہوتے ! ایسے لوگ اپنے زمانے میں بھی روشنی بانٹتے ہیں اور اپنے بعد بھی ! لوگ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں مگر ان کے کردار زندہ رہتے ہیں اور کچھ کردار ایسے ہوتے ہیں جو نسلوں کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں ! آج اگرچہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کی یادیں، ان کی تعلیمات، ان کا اخلاص، ان کی شفقت اور ان کی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی ! !

اللہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی کامل مغفرت فرمائے ، ان کی قبر کو نور سے بھر دے ، ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ! !

اخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور﴾

۳۰ مئی کو جامعہ مدنیہ جدید کے نائب مہتمم مولانا عکاشہ میاں صاحب، استاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم کی ہمشیرہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لے گئے۔

۵؍جون کو مولانا عکاشہ میاں صاحب فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا سلیم صاحب کی دعوت پر پیر کوٹ وسن گگہ سرائے پھول نگر تشریف لے گئے جہاں آپ نے خطبہ جمعہ دیا اور بعد از نماز مولانا سلیم صاحب، مولانا عدیل صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب جامعہ مظاہر العلوم المدنیہ پھول نگر کی معیت میں جورہ کھوہ پتو کی حافظ عبدالرحمٰن صاحب کی تقریبِ نکاح میں شرکت فرمائی، مولانا عکاشہ میاں صاحب نے ان کا نکاح پڑھایا، نمازِ عصر راستے میں ادا کی اور نمازِ مغرب جامعہ رحیمیہ قادریہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کے ہاں ادا کی !

۱۴؍جون کو خوشاب سے مولانا محمد آصف صاحب خانقاہِ حامدیہ جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مولانا عکاشہ میاں صاحب سے ملاقات کی اور کھانا تناول فرمایا بعدازاں واپس تشریف لے گئے !

۱۵؍جون کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد مصعب صاحب اور فاضل جامعہ مولانا ابوبکر صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور مولانا عکاشہ میاں صاحب سے ملاقات کی، ایک روز خانقاہ حامدیہ میں قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے !

۱۷؍جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے نائب مہتمم مولانا عکاشہ میاں صاحب، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ثانی کی دعوت پر ختم نبوت مشورے میں شریک ہوئے جہاں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہم اور جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا مفتی زبیر صاحب مدظلہم اور جامعۃ الحمید کے مہتمم حضرت مولانا مفتی عارف اللہ صاحب مدظلہم سے ملاقات کی !

۲۴؍ جون کو جامعہ عبداللہ بن عمرؓ کے مہتمم حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کے نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی اور چائے نوش فرمائی بعدازاں واپس تشریف لے گئے !

۲۴؍ جون کو مولانا عکاشہ میاں صاحب جامعة الازہر کے ناظمِ دارالقرآن اور جے یو آئی ضلع لاہور کے رہنما مولانا عطاء اللہ صاحبؒ کے جنازہ میں شرکت کے لیے جامعة الازہر بادامی باغ تشریف لے گئے !

۲۵؍ جون کو مولانا عکاشہ میاں صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفیؒ کے نواسہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے !

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی امور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے

وفیات

موت العالِم موت العالَم

☆ ۷؍محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/۲۳؍جون ۲۰۲۶ء کو حضرت اقدس مولانا سید میاں اصغر حسین صاحب دیو بندیؒ کے پوتے، رکن مجلسِ شوریٰ دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا ڈاکٹر سید میاں انظر حسین صاحب دیو بندیؒ بعد نماز عشاء حرکت قلب بند ہونے کے باعث ہندوستان میں انتقال فرماگئے !

☆ ۸؍محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/۲۴؍جون ۲۰۲۶ء کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے تلمیذ رشید، جامعہ خیر المدارس ملتان کے قدیم فاضل ،حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا رفیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے !

☆ ۹؍محرم الحرام ۱۴۴۸ھ/ ۲۵؍جون ۲۰۲۶ء کو حضرت مولانا پیرجی خورشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا سید امین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید) کے فرزند حضرت مولانا سید معاویہ امجد شاہ صاحبؒ مخدوم پور میں انتقال فرماگئے !

☆ ۲۵؍جون کو جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفیؒ کے نواسے، سابق نائب مہتمم حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرفیؒ کے پوتے اور مولانا محمد حسن صاحب اشرفی کے جواں سال صاحبزادے حافظ حسین اشرفی کا انتقال ہوگیا ، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اوراس حادثہ پر جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین !

☆ ۲۵؍جون کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا عدیل صاحب کے دادا پھول نگر میں وفات پاگئے !

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین ۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین ۔

جامعہ مدنیہ جدید کے واجبی ماہانہ تخمینی اخراجات

اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ دینِ اسلام کی اشاعت میں دینی مدارس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے ان ہی مدارس میں انبیاء کرام کے وارث تیار ہوتے ہیں ان کی ضروریات کا پورا کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہے ان ہی مدارس میں شارع رائیونڈ پر واقع ''جامعہ مدنیہ جدید'' ایک بہت بڑی دینی درسگاہ ہے جس کا فیض اندرون و بیرون ملک ہر جگہ عام ہے لٰہذا تمام اہلِ ثروت و مخلص مسلمانوں سے جامعہ کے ساتھ بھرپور تعاون کی اپیل کی جاتی ہے

مطبخ		32,50,000
تنخواہیں		16,80,000
بل بجلی		3,15,000
تعمیراتی بحالیات		2,50,000
متفرق اخراجات		2,00,000
بل گیس		1,35,000
نشرواشاعت		60,000
کتب برائے طلباء		40,000
کل		59,30,000

نوٹ : زیرِتعمیر مسجد حامد ، دارالقرآن ، دارالحدیث ، دارالاقامہ ، کتب خانہ اساتذہ کی رہائشگاہیں اور جامعہ کے دیگر اہم تعمیراتی اور ترقیاتی اخراجات کی مد میں چندے کی آمد نہ ہونے کے برابر ہے جس پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ اور دعائیں درکار ہیں!

انتظامیہ : جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد ١٩ رکلومیٹر شارع رائیونڈ لاہور

0333 - 4249301 - 0323 - 4249302

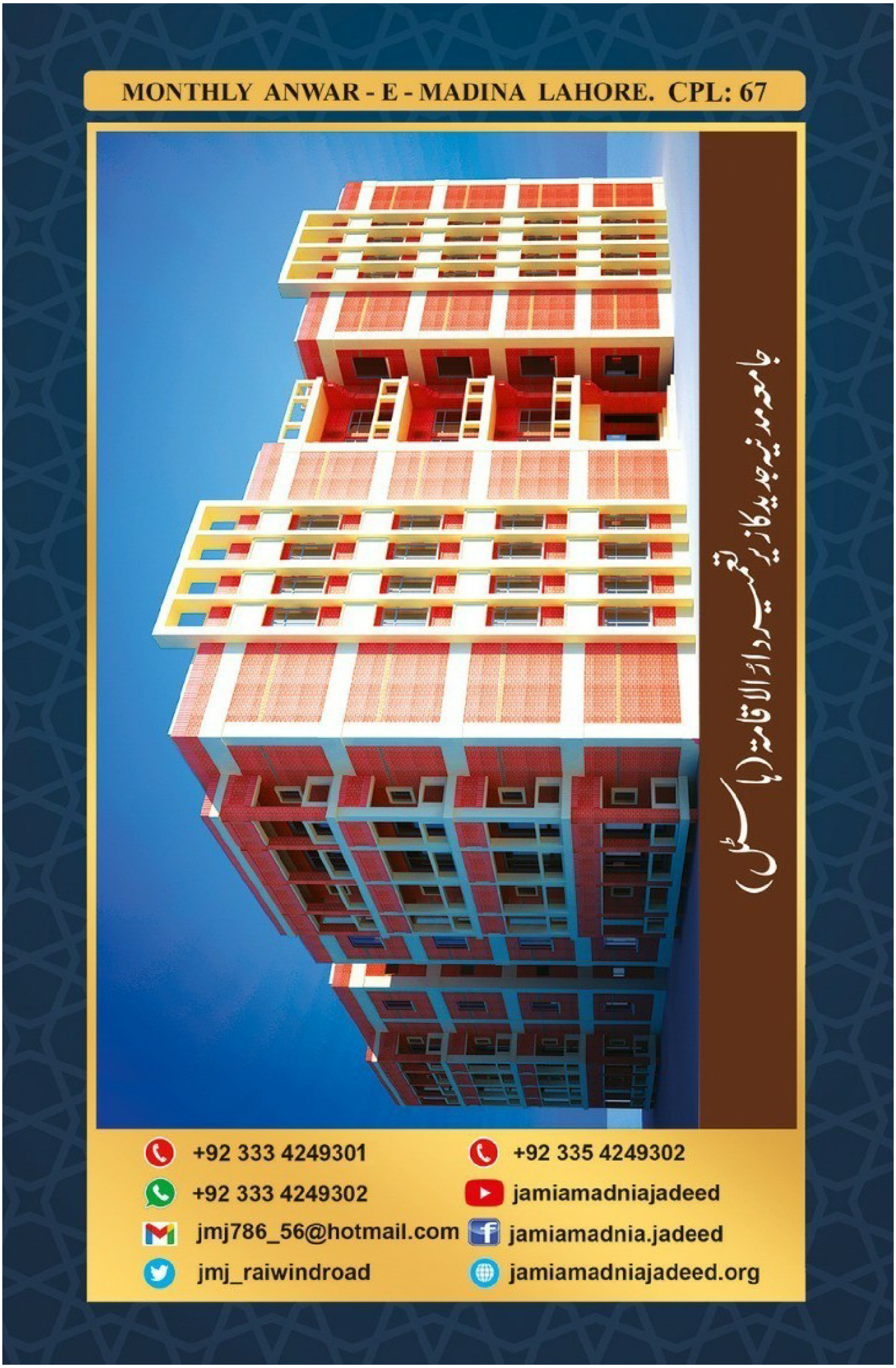
MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67
جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دار الاقامہ (ہاسٹل)
+92 333 4249301
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org